احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتّٰى اَرٰى مِنْهُ لَهَوَاتِهٖ وَاِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

ترجمہ :۔ عائشہ رضؓ کہتی ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ کہ آپؐ کا سارا منہ کھل گیا۔ آپؐ جب ہنستے تو مسکرایا کرتے تھے (بخاری)

عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهٖ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ تَعْنِيْ خِدْمَةَ اَهْلِهٖ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

اسود رضؓ کہتے ہیں۔ میں نے عائشہ رضؓ سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا گھر کے کام میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے یعنی اپنے گھر والوں کی خدمت کیا کرتے تھے اور جب نماز کا وقت آجاتا۔ تو نماز کو چلے جاتے تھے۔ (بخاری)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ قَطُّ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ اِثْمًا فَاِنْ كَانَ اِثْمًا كَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ اِلَّا اَنْ يُّنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ بِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ترجمہ :۔ عائشہ رضؓ کہتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دو کاموں میں سے ایک کو اختیار کر لینے کی ہدایت کی جاتی تو آپؐ ان میں سے آسان کام کو اختیار فرما لیتے۔ اگر وہ گناہ نہ ہوتا۔ اگر وہ کام گناہ کا سبب ہوتا۔ تو آپؐ اس سے دور ہو جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی بات میں کسی سے انتقام نہیں لیا۔ البتہ جس چیز کو خدا تعالیٰ نے حرام کیا ہے اگر اس کو حلال کیا گیا آپؐ ضرور خدا تعالیٰ کے لئے اس سے انتقام لیتے تھے (بخاری مسلم)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا ابْنُ ثَمَانِ سِنِيْنَ خَدَمْتُهٗ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا لَامَنِيْ عَلٰى شَيْءٍ قَطُّ اُتِيَ فِيْهِ عَلٰى يَدَيَّ فَاِنْ لَامَنِيْ لَائِمٌ مِنْ اَهْلِهٖ قَالَ دَعُوْهُ فَاِنَّهٗ لَوْ قُضِيَ شَيْءٌ كَانَ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ مَعَ تَغْيِيْرٍ۔

ترجمہ :۔ انس رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے آٹھ سال کی عمر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے۔ اور دس سال تک آپؐ کی خدمت کرتا رہا ہوں۔ لیکن آپؐ نے کبھی کسی چیز کے ضائع ہونے پر بھی مجھ کو ملامت نہیں کی اور آپؐ کے گھر والوں میں سے کوئی بھی اگر مجھ کو ملامت کرتا۔ تو آپؐ فرما دیتے۔ اس کو چھوڑ دو! (ملامت نہ کرو) جب کوئی بات ہونے والی ہوتی ہے ضرور ہو کر رہتی ہے (بیہقی)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْصِفُ نَعْلَهٗ وَيَخِيْطُ ثَوْبَهٗ وَيَعْمَلُ فِيْ بَيْتِهٖ كَمَا يَعْمَلُ اَحَدُكُمْ فِيْ بَيْتِهٖ وَقَالَتْ كَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ يَفْلِيْ ثَوْبَهٗ وَيَحْلُبُ شَاتَهٗ وَيَخْدِمُ نَفْسَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

باقی صفحہ ۱۴ پر

اللہ تعالےٰ کی نیک بندیاں

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا ذکر[٥١]

حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کبھی کبھی اُن کے پاس ملنے جایا کرتے۔ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لائے۔ انھوں نے ایک پیالے میں کوئی پینے کی چیز دی۔ خدا جانے حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا جی نہ چاہتا تھا یا آپ کا روزہ تھا۔ آپ نے عذر کردیا چونکہ پالنے رکھنے کا اُن کو ناز تھا۔ضد باندھ کر کھڑی ہوگئیں اور بے جھجک کہہ رہی تھیں پینا پڑیگا۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوں بھی فرمایا کرتے کہ میری حقیقی ماں کے بعد اُمّ ایمن میری ماں ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کبھی کبھی اُن کی زیارت کو جایا کرتے۔ اُن کو دیکھ کر حضرت صلی اللہ کو یاد کرکے رونے لگتیں وہ دونوں صاحب بھی رونے لگتے۔ **فائدہ**۔ دیکھو کیسی بزرگی کی بات ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس جائیں۔ ایسے بڑے بڑے صحابہؓ ان کی مدارات کریں۔ بزرگی اس وجہ سے تھی کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت کی اور دین میں کامل تھیں۔ بیبیو اب حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت یہی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے دین کی خدمت کرو۔ اوروں کو نیک باتیں بتلاؤ۔ عورتوں کو دین سکھلاؤ، اپنی اولاد کو نیکی کی تعلیم دو اور خود بھی دین میں مضبوط رہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ تم کو بھی بزرگی کا حصّہ مل جائے گا۔ اور زیارت سے یوں مت سمجھ جائیو کہ یہ سب زیارت کرنے والوں کے سامنے بے پردہ ہو جاتی ہوں گی۔کسی کے پاس ارادہ کرکے جانا اور پاس بیٹھنا اگرچہ درمیان میں پردہ بھی ہو اور اچھی اچھی باتیں کہنا سُننا بس یہی زیارت ہے۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا ذکر[٥٢]

یہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی صحابیہؓ[٥٣] ہیں اور اَور ایک صحابیؓ ہیں ابو طلحہ ان کی یہ بیوی ہیں اور ایک صحابی ہیں حضرت انسؓ جو ہمارے حضرت کے خاص خدمتگزار ہیں۔ اُن کی یہ ماں ہیں اور ایک طرح سے ہمارے حضرتؐ کی خالہ ہیں اور اُن کے ایک بھائی تھے صحابیؓ وہ ایک لڑائی میں حضرت کے ساتھ شہید ہوگئے تھے۔ ان سب باتوں کے سبب ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خدمت کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی اُن کے گھر تشریف لے جایا کرتے اور حضرتؐ نے ان کو جنّت میں بھی دیکھا تھا۔ اور ان کا ایک عجیب قصّہ آیا ہے۔ کہ اُن کا ایک بچّہ تھا وہ بیمار ہوگیا اور ایک دن مرگیا۔ رات کا وقت تھا اب اُن کا صبر دیکھو، یہ خیال آیا کہ اگر خاوند کو خبر کروں گی ساری رات بےچین ہوں گے۔ کھانا دانہ نہ کھائیں گے۔ بس چُپ ہوکر بیٹھ رہیں۔ آئے خاوند اور پُوچھا بچّہ کیسا ہے۔ کہنے لگیں آرام ہے اور جھُوٹ بھی نہیں کہا۔ مسلمان کے واسطے اس سے بڑھ کر اور کیا آرام ہوگا کہ اپنے اصلی ٹھکانے چلا جائے۔ وہ سمجھے نہیں غرض اُن کے سامنے کھانا لاکر رکھا۔ اُنھوں نے کھانا کھایا۔ پھر اُن کو اُن کی طرف خواہش ہُوئی خُدا کی بندی نے اُس سے بھی عذر نہیں کیا جب ساری باتوں سے فراغت ہوچکی۔تو خاوند سے پوچھتی ہیں کہ اگر کوئی کسی کو مانگی چیز دے اور پھر اپنی چیز مانگنے لگے تو انکار کرنے کا کچھ حق حاصل ہے۔ اُنھوں نے کہا نہیں۔ کہنے لگیں تو پھر بچہ کو صبر کرو۔ وہ بڑے خفا ہُوئے۔ کہ مجھ کو جب ہی کیوں نہ خبر کی۔ اُنھوں نے یہ سارا قصّہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر بیان کیا۔ آپؐ نے اُن کے لئے دُعا کی قدرت اسی رات حمل رہ گیا۔ اور بچّہ پیدا ہُوا۔ عبداللہ اس کا نام رکھا گیا۔ اور یہ عبداللہ عالم ہوئے۔ اور ان کی اولاد میں بڑے بڑے عالم ہوئے۔ **فائدہ** بیبیو صبر ان سے سیکھو اور خاوند کو آرام پہنچانے کا سبق اُن سے لو۔ اور جو مانگی ہوئی چیز کی مثال دی کیسی اچھی اور سچّی بات ہے۔ اگر آدمی اتنی بات سمجھ لے تو کبھی بے صبری نہ کرے۔ دیکھو اس صبر کی برکت کہ اللہ میاں نے اس بچّے کا عوض کتنی جلدی دیدیا۔ اور کیسا برکت کا عوض دیا جس کی نسل میں عالم فاضل ہُوئے۔

حضرت ام حرامؓ کا ذکر[٥٤]

یہ بھی صحابیہ ہیں اور حضرت ام سلیمؓ جن کا ذکر ابھی گزرا ہے اُن کی بہن ہیں یہ بھی ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی کسی طرح کی خالہ ہیں۔ اُن کے یہاں بھی حضرتؐ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک بار آپؐ نے اُن کے گھر کھانا کھایا پھر نیند آگئی سو گئے۔ پھر ہنستے ہوئے جاگے۔ انھوں نے وجہ پوچھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ مَیں نے اس وقت خواب میں اپنی اُمّت کے لوگوں کو دیکھا کہ جہاد کے لئے جہاز میں سوار ہوئے جا رہے ہیں اور سامان لباس میں امیر معلوم ہوتے ہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ دُعا کیجئے۔ خدائے تعالیٰ مجھ کو بھی ان میں سے کر دے۔ آپؐ نے دُعا فرمادی پھر آپ کو نیند آگئی تو اسی طرح پھر ہنستے ہوئے اُٹھے اور اسی طرح کا خواب پھر بیان کیا۔ اس خواب میں اسی طرح کے اور آدمی نظر آئے تھے۔ اُنھوں نے عرض کیا یا رسول دُعا کیجئے اللہ تعالےٰ مجھ کو ان میں سے کر دے۔ آپؐ نے فرمایا تم پہلوں میں سے ہو۔ چنانچہ ان کے شوہر جن کا نام عبادہ تھا دریا کے سفر کے جہاد میں گئے یہ بھی ساتھ گئیں۔ جب دریا سے اُتری ہیں یہ کسی جانور پر سوار ہونے لگیں اُس نے شوخی کی یہ گر گئیں۔ اور جاں بحق ہوئیں۔

فائدہ۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی دُعا قبول ہوگئی۔ کیونکہ جب تک گھر لوٹ کر نہ آئے وہ سفر جہاد ہی کا رہتا ہے۔ اور جہاد کے سفر میں چاہے کسی طرح مرجائے اس میں شہیدی کا ثواب ملتا ہے۔ دیکھو کیسی دیندار تھیں کہ ثواب حاصل کرنے کے شوق میں جان کی بھی محبت نہیں کی۔ خود دُعا کرائی کہ مجھ کو یہ دولت ملے۔ بیبیو تم بھی اس کا خیال رکھو اور دین کا کام کرنے میں اگر تھوڑی بہت تکلیف ہُوا کرے اس سے گھبرایا مت کرو، آخر ثواب بھی تو تم ہی لوگی۔

---

[٥١] ازمسلم و نووی وغیرہ ۱۲

[٥٢] ازکتب حدیث و شروح آں ۱۲

[٥٣] یعنی یہ بیوی حضورؐ کی صحبت یافتہ ہیں۔

[٥٤] ازمسلم و شروح آں ۱۲

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔

خدام الدین لاہور

ہفت روزہ

جلد ۲ | ۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ مطابق ۷ر دسمبر ۱۹۵۶ء | شمارہ ۳۰

"ہم کہاں ہیں؟"

عالمی سیاست میں بڑی سرعت سے تبدیلیاں رو نما ہو رہی ہیں۔ جنگ و جدال کی خوفناک تباہ کاریوں اور ہزاروں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل کر بساط سیاست دوبارہ بچھا دی گئی ہے۔ مغربی اور اشتراکی شاطر اپنے اپنے مہروں کو الٹ پلٹ رہے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کا نہ ماضی ہے اور نہ حال۔ کمزور کو اکسانا اور بعد میں طاقتور کے آگے جھک جانا جن کا شیوہ ہے۔ وہ اس تاڑ میں ہیں کہ جن کا پلہ بھاری ہو اُس کی ہاں میں ہاں ملا دیں۔

بڑی افسوسناک بات ہے کہ اتحاد اسلامی جس کو قوم نے ببانگ دہل پکارا۔ جس کے لئے نیل کے ساحل سے لے کر کاشغر کی دیواروں تک ہاؤ ہُو ہوئی۔ اس کی بیل منڈھے چڑھتے دکھائی نہیں دیتی۔ صورت حال اس وقت یہ ہے کہ مشرق وسطیٰ میں سامراجیت اپنا مٹتا ہوا وقار دوبارہ بحال کرنا چاہتی ہے۔ اسی مقصد کی برآری کے لئے برطانوی وزیر خارجہ صدر امریکہ کے پاس بھی گئے اور اب فرانس کے ساتھ اسی موضوع پر محو تکلم ہیں۔ معاہدہ بغداد کے ذریعہ سامراجیت اپنی پُشت پناہی میں مصروف ہے۔ ہماری رائے میں انگریز کی پالیسی ممالک عربیہ کا ایک حد تک اتحاد پارہ پارہ کرنے میں کامیاب ہو چکی ہے۔ کیونکہ عراق اور شام اگر آپس میں دست بگریباں نہیں تو گالی گلوچ کی نوبت ضرور آ چکی ہے۔ ترکی میثاق بغداد کی بنا پر عراق کی طرفداری کر رہا ہے اور مصر شام کی حمایت میں ترکی کو اشتراکی حملہ کی دھمکی دے چکا ہے۔ ترکی کے سیاستدان بوقت تحریر لندن پہنچ کر برطانیہ کو صحیح حالات سے آگاہ کر رہے ہیں۔

سانحہ مصر کے بعد ہماری خارجہ پالیسی جس کی بنیاد بقول ہمارے سیاستدانوں کے اسلامی اتحاد پر رکھی گئی تھی۔ اور جس کے لئے ہمارے رہنماؤں نے مشرق وسطیٰ کا طول و عرض ناپا تھا کیا انہی واقعات پر منتج ہونی تھی۔ جو آج شام اور عراق میں رو نما ہو رہے ہیں؟ کیا میثاق بغداد کی پے در پے مجالس ایک اسلامی ملک شام کو خائف کرنے کے لئے تھیں؟ یہ سوال آج ہر مسلمان کے دل میں ہے خواہ وہ عراق کا باشندہ ہو یا ترکی اور پاکستان کا۔ تازہ ترین صورت حال کے متعلق ہماری حکومت کا ردِّ عمل تا حال اخبارات کے صفحات پر نہیں آیا۔ ہمیں بے چینی سے انتظار ہے کہ ہماری حکومت کیا کہتی ہے۔ پاکستانیوں کے لئے کون سا مقام متعین کرتی ہے۔ کیا ہمارے مقدر میں دنیا کی نامور طاقتوں کی کاسہ لیسی ہی ہے۔ یا ہم آزاد مختار رہ کر تمام ممالک اسلامیہ میں با وقار ہو سکتے ہیں۔ اگر ہم غیر مسلم ممالک سے اتحاد اسلامی کی شکست کی قیمت پر ہی ناطہ جوڑنا چاہتے ہیں تو ہمیں کم از کم اپنے مفاد ہی کی پاسداری کرنی چاہیئے۔ بڑی طاقتیں کہاں تک ہمارے خارجی مسائل کو حل کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ ان مسائل میں کشمیر کا عقدہ بھی شامل ہے۔

اگر خدانخواستہ اتحاد اسلامی کا خواب بھی شرمندہ تعبیر نہ ہوا۔ اور ہم اپنے مفاد کی حفاظت بھی نہ کر سکے تو اس سے زیادہ ہماری بدبختی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

حضرت مولانا ظفر علیخاں مرحوم

گزشتہ ہفتہ حضرت مولانا ظفر علیخاں انتقال فرما گئے۔ اس سانحہ ارتحال پر ادارہ خدام الدین افسوس کا اظہار کرتے ہوئے رب العزت سے دست بدعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ موصوف کو جنت الفردوس کا وارث بنائے۔ مولانا مرحوم کی ذات گرامی تعارف کی محتاج نہیں۔ گزشتہ نصف صدی میں جس کارواں کو مسلمانوں کی مذہبی سیاسی اور ثقافتی رہنمائی کا شرف حاصل رہا ہے۔ مولانا اس کارواں میں بلند پایہ مقام رکھتے تھے۔ اگرچہ اُن کے بیشتر رفیق عرصہ ہوا داعی اجل کو لبیک کہہ چکے تھے اور مولانا اس چراغ سحری ہی تھے۔ لیکن ان کا وجود غنیمت تھا۔ قوم کا لہو گرمانے کے لئے ان کا نام ہی عجیب کیفیت رکھتا تھا۔ داعی نبوت ان کے نام سے لرزتے تھے۔ کیونکہ مولانا نے اپنے زور بیان سے نبی اور مغل میں تمیز تفریق کرکے رکھ دی تھی۔

خدا تعالےٰ پسماندگان کو ان کے نقش قدم پر چلائے اور صبر جمیل عطا فرمائے آمین یا الٰہ العالمین

پرچہ کا سرورق

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ عمدہ کاغذ کی نایابی اور بعض دیگر وجوہات کی بنا پر چند ہفتوں سے ہفت روزہ کا رنگین ٹائٹل پیش نہیں ہو سکا۔ ہماری خواہش یہی ہے کہ پرچہ ظاہری اور باطنی خوبیوں کا حامل ہو۔ لیکن بعض مشکلات ایسی ہیں۔ جن سے نبرد آزما ہونا مشکل ہی نہیں۔ بلکہ ناممکن ہے۔ الحمدللہ اب اللہ تعالےٰ نے کاغذ مہیا کر دیا ہے۔ اس لئے آئندہ شمارے کا ٹائٹل انشاء اللہ حسب سابق رنگین ہوگا۔

ترسیل بدل اشتراک

یہ کیسے معلوم نہیں کہ کتاب و سنت کی اشاعت کا اہتمام کسی زردار کے خزانے سے نہیں ہو رہا۔ بلکہ ایک ایک پائی اکٹھی کرکے جملہ اخراجات بہم پہنچائے جاتے ہیں افسوس کی بات ہے کہ ہمارے بعض کرمفرما ترسیل چندہ میں غیر معمولی تساہل سے کام لیتے ہیں۔ ادھر ہماری کوشش بھی یہی ہوتی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے پرچہ بند نہ ہو۔ اس سلسلہ میں ہم بارہا عرض کر چکے ہیں کہ سُرخ نشان موصول ہوتے ہی چندہ ارسال فرما دیا جائے اس کے بعد زیادہ سے زیادہ تین ہفتوں تک پرچہ جاری رہ سکتا ہے۔ اس کے بعد پرچہ صرف چندہ بھیجنے پر ہی جاری رہیگا۔ لیکن ہماری آواز کو بعض اصحاب درخور اعتنا نہیں سمجھتے۔ ان کی خدمت میں پھر گزارش ہے کہ وہ توجہ فرمائیں تاکہ اشاعت کتاب و سنت میں رکاوٹ نہ ہو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۲۶- ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ ۳۰- نومبر ۱۹۵۶ء

قیامت کے دن دربارِ الٰہی میں غدّاروں اور وفاداروں کی پیشی کا نقشہ

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادرانِ اسلام- مسلمان کے ایمان کا یہ جزو ہے- کہ ہم نے قیامت کے دن قبروں سے اُٹھ کر دربار الٰہی میں پیش ہونا ہے جو شخص یہ عقیدہ نہیں رکھتا- وہ مسلمان نہیں ہے- یہ قاعدہ مسلم ہے- کہ ہر بادشاہ کے مُلک میں دو قسم کے آدمی ہوتے ہیں- ایک قسم وفاداروں کی- اور دُوسری غدّاروں کی- اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں بھی دو قسم کے آدمی رہتے ہیں- ایک اللہ تعالےٰ کے وفادار- اور دوسرے غدّار- اور جس طرح ہر بادشاہ وفاداروں کے ساتھ اور طرح کا سلوک کرتا ہے- اور غدّاروں کے ساتھ اور طرح کا- اسی طرح شہنشاہِ حقیقی عزاسمہ و جل مجدہ کا سلوک بھی اپنے وفاداروں اور غدّاروں سے علیحدہ علیحدہ ہے- کتاب و سنت سے دونوں کے سلوک کا نمونہ علیحدہ علیحدہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

قیامت کے غدّاروں سے سلوک

قرآن مجید

۱

رَ وَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ بِشِمَالِہٖ ۵ فَیَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِیۡ لَمۡ اُوۡتَ کِتٰبِیَہۡ ۚ وَلَمۡ اَدۡرِ مَا حِسَابِیَہۡ ۚ یٰلَیۡتَہَا کَانَتِ الۡقَاضِیَۃَ ۚ مَاۤ اَغۡنٰی عَنِّیۡ مَالِیَہۡ ۚ ہَلَکَ عَنِّیۡ سُلۡطٰنِیَہۡ ۚ خُذُوۡہُ فَغُلُّوۡہُ ۙ ثُمَّ الۡجَحِیۡمَ صَلُّوۡہُ ۙ ثُمَّ فِیۡ سِلۡسِلَۃٍ ذَرۡعُہَا سَبۡعُوۡنَ ذِرَاعًا فَاسۡلُکُوۡہُ ؕ سورہ الحاقۃ رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ- اور جس کو اس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں مِلا- وہ کہے گا- کیا اچھا ہوتا کہ مجھے میرا نامہ اعمال نہ ملتا- اور مجھے خبر نہ ہوتی- کہ میرا حساب کیا ہے- کسی طرح وہ موت ختم کر جاتی- مجھ کو میرا مال کچھ کام نہ آیا- مجھ سے میری حکومت برباد ہوگئی اس کو پکڑو- پھر طوق ڈالو- پھر آگ کے ڈھیر میں اسے ڈالو- پھر ایک زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے- اس کو جکڑ دو-

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ملک میں رہنے والے غدّاروں کے ساتھ قیامت کے دن میدانِ محشر میں یہ سلوک ہوگا-

اس سلوک کا سبب کیا ہے

۲

اِنَّہٗ کَانَ لَا یُؤۡمِنُ بِاللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ ۙ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ ؕ فَلَیۡسَ لَہُ الۡیَوۡمَ ہٰہُنَا حَمِیۡمٌ ۙ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ غِسۡلِیۡنٍ ۙ لَّا یَاۡکُلُہٗۤ اِلَّا الۡخَاطِـُٔوۡنَ

سورہ الحاقۃ رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ- وہ اللہ پر یقین نہیں لاتا تھا- جو سب سے بڑا ہے- اور مسکین کے کھانے پر رغبت نہیں دلاتا تھا- سو آج اس کا کوئی دوستدار نہیں ہے- اور نہ کچھ ملے کھانا- مگر زخموں کا دھوون- اس کو سوائے گنہگار کے کوئی نہ کھائے-

حاصل یہ ہے- ان بے دینوں کو اس لئے دوزخ میں ڈالا جا رہا ہے- کہ نہ انہوں نے خالق کو راضی رکھا- نہ مخلوق کو- اب ان کے لئے نہ یہاں کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار ہے- اللھم لا تجعلنا منہ

۳

رَ وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا وَّنَحۡشُرُہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اَعۡمٰی ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرۡتَنِیۡۤ اَعۡمٰی وَقَدۡ کُنۡتُ بَصِیۡرًا ۝ قَالَ کَذٰلِکَ اَتَتۡکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیۡتَہَا ۚ وَکَذٰلِکَ الۡیَوۡمَ تُنۡسٰی ۝ وَکَذٰلِکَ نَجۡزِیۡ مَنۡ اَسۡرَفَ وَلَمۡ یُؤۡمِنۡۢ بِاٰیٰتِ رَبِّہٖ ؕ وَلَعَذَابُ الۡاٰخِرَۃِ اَشَدُّ وَاَبۡقٰی ۝ سورہ طٰہٰ رکوع ۷ پارہ ۱۶

ترجمہ- اور جو میرے ذکر سے مُنہ پھیرے گا- تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی- اور اسے قیامت کے دن اندھا کرکے اُٹھائیں گے- کہیگا- اے میرے رب تُو نے مجھے اندھا کرکے کیوں اُٹھایا حالانکہ میں بینا تھا- فرمائے گا- اسی طرح تیرے پاس ہماری آیتیں پہنچی تھیں پھر تو نے انہیں بھُلا دیا تھا اور اسی طرح آج تو بھی بھُلایا گیا ہے- اور اسی طرح ہم بدلہ دیں گے- جو حد سے نکلا اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہیں لایا- اور البتہ آخرت کا عذاب بڑا سخت اور دیرپا ہے-

یعنی یہ عذاب اندھا ہونے کا حشر میں ہے- اور دوزخ میں اور زیادہ- حاشیہ شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حاصل

یہ نکلا- کہ غدّاروں کی زندگی دُنیا میں ناخوشگوار گزرے گی- اور میدانِ محشر میں اندھے کرکے اُٹھائے جائیں گے اور اندھے اُٹھنے کا سبب یہ بتلایا جائیگا- کہ تم نے میری بھیجی ہوئی آیتوں کو تسلیم نہیں کیا تھا- اندھا ہوکر اُٹھنا تو میدانِ محشر کا عذاب ہے- دوزخ کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے-

احادیث

۱

رَعَنِ ابۡنِ عُمَرَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ . . . .

وَاَمَّا الۡکُفَّارُ وَالۡمُنَافِقُوۡنَ فَیُنَادٰی بِہِمۡ عَلٰی

رُؤُسِ الْخَلَائِقِ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ
متفق علیہ قطعة من الحدیث

ترجمہ - ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اور کافروں اور منافقوں کو لوگوں کے سامنے طلب کیا جائیگا - کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ کا بہتان باندھا۔ خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

۲

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُوْنَنِيْ ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَاَقُوْلُ اِنَّهُمْ مِنِّيْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ -
متفق علیہ قطعة من الحدیث

ترجمہ - سہلؓ بن سعد سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا - البتہ میرے پاس بہت سی قومیں آئیں گی - میں ان کو پہچانونگا - اور وہ مجھ کو پہچان لینگی پھر میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل کر دی جائے گی - میں کہونگا کہ یہ لوگ تو میرے ہیں - اس کے جواب میں بتلایا جائیگا کہ آپ کو معلوم نہیں - انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی باتیں پیدا کی تھیں - (یہ سُن کر) میں کہونگا - وہ لوگ دُور ہوں۔ مجھ سے دُور - جنھوں نے میرے بعد تبدیلی کی ہے (یعنی دین میں)

قرآن مجید میں

قیامت کے دن وفاداروں کے میدان محشر میں داخلہ کی کیفیت

۱

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَاؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۝ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓــًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝ سورہ الحاقّہ رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ - جس کو اس کا اعمالنامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا - سو وہ کہیگا - لو میرا اعمالنامہ پڑھو - بیشک میں سمجھتا تھا کہ میں اپنا حساب دیکھونگا - سو وہ دلپسند عیش میں ہوگا - بلند بہشت میں - جس کے میوے جھکے ہونگے - کھاؤ اور پیؤ ان کاموں کے بدلے میں جو تم نے گزشتہ دنوں میں آگے بھیجے تھے -

حاصل

یہ نکلا کہ میدان محشر میں ایسے خوش ہونگے کہ خوشی کے سبب سے لوگوں کو بلا بلا کر اپنا نامۂ اعمال دکھائیں گے - اور بالآخر بہشت میں جا داخل ہونگے - غدّاروں کے متعلق آپ سُن چکے ہیں - کہ میدان محشر میں اندھے ہوکر اُٹھیں گے اور کہینگے۔ کاش کہ میرا نامۂ اعمال مجھے نہ ملتا -
= بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

۲

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝
سورہ البقرہ رکوع ۲۶ پارہ ۲

ترجمہ - کافروں کو دُنیا کی زندگی بھلی لگتی ہے - اور وہ ان لوگوں کا مذاق اُڑاتے ہیں - جو ایمان لائے۔ حالانکہ جو لوگ پرہیزگار ہیں - وہ قیامت کے دن ان سے بالا تر ہوں گے اور اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے -

حاصل

یہ نکلا کہ پرہیزگاروں یعنی اللہ تعالیٰ کے وفادار بندوں کا مرتبہ قیامت کے دن غدّاروں سے بلند ہوگا - جس مرتبہ کو اللہ تعالےٰ بھی بلند فرما رہا ہے - اس میں خدا جانے کتنی رحمتیں اور برکتیں ہونگی۔ اللّٰھم اجعلنا منھم

اللہ تعالےٰ کے وفاداروں کا میدان محشر میں داخلہ

احادیث

۱

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَاَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ حَتّٰى يَعُوْدَ اِلَيْهِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ متفق علیہ

ترجمہ - ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - سات شخص ہیں جنہیں اللہ اپنے سایہ میں جگہ دے گا - جس دن اللہ کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا - وہ حاکم جو انصاف کرنے والا ہے - وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں پلا ہے - وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ اٹکا ہوا ہے - جب نکلتا ہے - یہاں تک کہ اس کی طرف لوٹ کر آئے اور دو شخص جو اللہ واسطے آپس میں دوستی رکھتے ہیں - اسی حالت پر اکٹھے ہوتے ہیں - اور اسی حالت پر جدا ہوتے ہیں - اور وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے - پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلتے ہیں - اور وہ جس کو ایک ذاتی خوبیوں والی اور خوبصورت عورت (بُرائی کے لئے) دعوت دے - پھر وہ کہے - میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص جو صدقہ دے - پھر اُسے چھپائے - یہاں تک کہ بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ لگے - کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے -

۲

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَعَدَنِيْ رَبِّيْ اَنْ يُّدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ سَبْعِيْنَ اَلْفًا لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ كُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا وَّثَلٰثُ حَثَيَاتٍ مِّنْ حَثَيَاتِ رَبِّيْ
رواہ احمد والترمذی و ابن ماجہ -

ترجمہ - ابی امامہؓ سے روایت ہے - کہا - میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا ہے - آپؐ نے فرمایا - میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے - کہ میری اُمّت میں سے ستّر ہزار کو بہشت میں داخل فرمائے گا - جن پر کوئی حساب نہیں ہوگا - اور نہ انہیں عذاب ہوگا - اور ان ستّر ہزار میں سے ہر ہزار پہ تین لپ میرے پروردگار کی لپوں میں سے اور زیادہ...

(یعنی ہزاروں پر خداوند تعالےٰ بندوں کی تین لپیں اور بھر کر جنّت میں ڈالیں گے)

حاصل

جن حضرات کا گزشتہ حدیث میں ذکر ہے - وہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے فضل سے بے حد مسرور ہونگے - اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں قیامت کے دن کی پریشانیوں سے بچالے گا -

۳

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ مَا طُوْلُ ھٰذَا الْیَوْمِ فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّہٗ لَیُخَفَّفُ عَلَی الْمُؤْمِنِ حَتّٰی یَکُوْنَ اَھْوَنَ عَلَیْہِ مِنَ الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ یُصَلِّیْھَا فِی الدُّنْیَا رواہ البیھقی فی کتاب البعث والنشور

ترجمہ - ابی سعید الخدریؓ سے روایت ہے - کہا - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دن کے متعلق سوال کیا گیا - جس کی تعداد پچاس ہزار برس کی ہے - کہ اس کی درازی کیا ہے - (یعنی اس کی درازی میں لوگوں کا کیا حال ہوگا) آپ نے فرمایا - اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے - وہ دن مومن پر ہلکا کیا جائے گا - یہاں تک کہ مومن کے لئے اس کی درازی اس فرض نماز پڑھنے کے قدر رہ جائیگی جس کو وہ دُنیا میں ادا کرتا تھا -

حاصل

یہ نکلا کہ قیامت کے دن کی پریشانیاں غدّاروں کے لئے ہیں - وفاداروں پر اللہ تعالےٰ کی رحمتیں ہوں گی - اور وہ ہرگز پریشان نہیں ہوں گے -

۴

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَوْضِیْ مَسِیْرَۃُ شَھْرٍ وَّزَوَایَاہُ سَوَاءٌ مَاءُہٗ اَبْیَضُ مِنَ اللَّبَنِ وَرِیْحُہٗ اَطْیَبُ مِنَ الْمِسْکِ وَکِیْزَانُہٗ کَنُجُوْمِ السَّمَاءِ مَنْ شَرِبَ مِنْھَا فَلَا یَظْمَأُ اَبَدًا

(متفق علیہ)

ترجمہ - عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے - میرا حوض (یعنی حوض کوثر) ایک ماہ کی مسافت کی درازی رکھتا ہے - اس کے زاویے برابر ہیں (یعنی مربع ہے) اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہے - اور اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں کی طرح ہوں گے (یعنی آسمان کے ستاروں کی طرح بے شمار ہونگے) جو شخص اس سے پیئے گا - اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی -

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ کے وفادار بندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے حوض کوثر سے پانی پی کر ایسے خوش ہو جائیں گے - انہیں پتہ بھی نہیں لگے گا - کہ پچاس ہزار سال کا دن کس طرح گزر گیا - ان کے مقابلہ میں غدّاروں کا حال آپ پہلے سُن ہی چکے ہیں -

۵

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُحْشَرُ النَّاسُ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَیُنَادِیْ مُنَادٍ فَیَقُوْلُ اَیْنَ الَّذِیْنَ کَانَتْ تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ فَیَقُوْمُوْنَ وَھُمْ قَلِیْلٌ فَیَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ ثُمَّ یُؤْمَرُ بِسَائِرِ النَّاسِ اِلَی الْحِسَابِ

رواہ البیھقی فی شعب الایمان

ترجمہ - اسماءؓ بنت یزید سے روایت ہے - وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتی ہیں - آپ نے فرمایا - قیامت کے دن سب انسانوں کو ایک میدان میں جمع کیا جائیگا - پھر ایک منادی اعلان کریگا - کہ وہ لوگ کہاں ہیں - جن کے پہلو بستروں سے جُدا ہوتے تھے - پھر وہ لوگ اُٹھ کھڑے ہونگے - اور وہ تھوڑے سے ہونگے - پھر بلا حساب - بہشت میں داخل ہو جائیں گے - پھر باقی لوگوں کو حساب کے لئے حکم دیا جائیگا -

حاصل

یہ نکلا کہ تہجد گزار حضرات بلا حساب و کتاب بہشت میں داخل ہو جائیں گے اور غدّاروں کے متعلق آپ سُن ہی چکے ہیں - کہ انہیں اپنی بداعمالی کی شامت کے باعث دوزخ میں داخل کیا جائے گا - وما علینا الا البلاغ

واللہ بصیر بالعباد

بقیہ احادیث الرسول صفحہ (۱) سے آگے

ترجمہ :- عائشہ رضؓ کہتی ہیں - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوتیاں خود ٹانک لیتے تھے - اپنا کپڑا خود سی لیتے تھے - اور اپنے گھر میں اسی طرح کام کرتے تھے جس طرح تم اپنے گھروں میں کام کرتے ہو - اور عائشہ رضؓ نے یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آدمیوں میں سے ایک آدمی ہی تھے - اپنے کپڑوں کی جوئیں خود دیکھ لیتے تھے - اور اپنی بکری کا دودھ خود دوہ لیتے تھے اور اپنی خدمت خود کر لیتے تھے - (ترمذی)

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا صَافَحَ الرَّجُلَ لَمْ یَنْزِعْ یَدَہٗ مِنْ یَدِہٖ حَتّٰی یَکُوْنَ ھُوَ الَّذِیْ یَنْزِعُ یَدَہٗ وَلَا یَصْرِفُ وَجْھَہٗ عَنْ وَجْھِہٖ حَتّٰی یَکُوْنَ ھُوَ الَّذِیْ یَصْرِفُ وَجْھَہٗ عَنْ وَجْھِہٖ وَلَمْ یُرَ مُقَدِّمًا رُکْبَتَیْہِ بَیْنَ یَدَیْ جَلِیْسٍ لَہٗ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

ترجمہ :- انس رضؓ کہتے ہیں - کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے مصافحہ کرتے تو اپنا ہاتھ اُس وقت تک نہ علیٰحدہ کرتے جب تک وہ شخص آپؐ کا ہاتھ نہ چھوڑ دیتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک اس کی جانب سے مُنہ نہ پھیرتے جب تک وہ منہ موڑ کر نہ چل دیتا - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اس حال میں نہیں دیکھا - کہ آپؐ اپنے پاؤں لوگوں کے سامنے کرکے بیٹھے ہوں (ترمذی)

مجلسِ ذکر

منعقدہ ۲۵- ربیع الآخر ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۹- نومبر ۱۹۵۶ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

الحمد للہ وکفٰی و سلام وعلیٰ عبادہ الذین اصطفٰی .... اما بعد

عرض یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو اپنے دروازہ پر کچھ سیکھنے کے لئے لاتا ہے اور اس گنہگار کو سامنے بٹھلا کر کچھ کہلاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ مَیں اپنے آپ کو آپ سب سے زیادہ گنہگار سمجھتا ہوں۔ آپ دُعا کریں کہ اللہ تعالےٰ میرے گناہ معاف فرمائے۔ آپ سب کو یاد ہوگا کہ مَیں یہ فقرہ کہا کرتا ہوں اُوۡصِیۡ نَفۡسِیۡ اَوَّلًا وَّ اِیَّاکُمۡ بَعۡدَہٗ

(ترجمہ۔ مَیں اپنے نفس کو پہلے اور آپ کو بعد میں سمجھاتا ہوں)

میرے ذمہ یہ ہے کہ مَیں آپ سے کچھ عرض کروں۔ مَیں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں۔ اگر آپ اسے گوشِ دل سے سُنیں گے۔ لوحِ دل پر لکھ کر لے جائیں گے۔ اور عمل میں لائیں گے۔ تو مجھے اللہ تعالےٰ کے فضل سے اُمید ہے کہ وہ آپ سے راضی ہو جائے گا۔ اور آپ کی برکت سے میری بھی نجات ہو جائے گی۔

میری آج کی معروضات کا عنوان ہے

"مسلمانوں کو صحت جسمانی کے علاوہ صحت روحانی کی بھی ضرورت ہے۔"

صحت جسمانی کے تو سب خواہاں ہیں۔ ہندو۔ سکھ۔ عیسائی۔ یہودی اور پارسی غرضیکہ سارا جہان صحت جسمانی چاہتا ہے سچی صحت روحانی کا قانون فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے پاس ہے لیکن افسوس صد افسوس۔ اس کا خیال حضورؐ کی اُمّت کو بھی بہت کم ہے۔ ۷۳ فرقوں میں سے صرف ما انا علیہ و اصحابی والے ایک فرقہ کو اس کا خیال ہے۔ اے مسلمان! تمہیں تو دونوں قسم کی صحت کی ضرورت ہے۔ جسمانی صحت کے ساتھ ساتھ تمہیں تو کلمہ کے اقرار کی برکت سے رُوحانی صحت کی بھی ضرورت ہے۔ غیر مسلموں کو تو صرف جسمانی صحت کی ضرورت ہے۔ ان کو تو اعلےٰ درجہ کی سواری۔ مکان اور لباس چاہیئے۔ کھانا بھی اعلےٰ قسم کا ہو۔ غرضیکہ وہ چاہتے ہیں کہ ساری دولت ان کے ہاں ہی سمٹ کر آ جائے۔ وہ اس سے آگے نہیں بڑھتے۔ اے مسلمان! جب تُو لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ پڑھتا ہے تو تیرے ذمّہ اللہ تعالےٰ کو راضی کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا اتّباع کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ اگر چہ اللہ تعالےٰ ہر جائی ہے۔ لیکن وہ علی العرش استوٰی ہے۔ زمین پر اللہ تعالےٰ کے نمائندے حضورؐ ہیں۔ اس لئے آپؐ کی تابعداری اللہ کی تابعداری ہے۔ قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ (سورہ النساء رکوع ۹ پ۵)

(ترجمہ۔ اور ہم نے کبھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اللہ کے حکم سے اس کی تابعداری کی جائے)

کیونکہ حضورؐ دین کے معاملہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں فرماتے۔ جو کچھ فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے القاء ہوتا ہے۔ وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی ؕ اِنۡ ہُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی

(سورہ النجم رکوع ۱ع پارہ ۲۷)

(ترجمہ۔ اور نہ وہ اپنی خواہش سے کچھ کہتے ہیں۔ یہ تو وحی ہے جو ان پر آتی ہے)

اس لئے حضورؐ کا ارشاد اللہ تعالےٰ کا فرمان ہوگا۔

انگریز کے زمانہ میں لندن سے اعزازی القاب آیا کرتے تھے۔ اگر کوئی مسلمان دل کھول کر سرکار کی خدمت کرتا تھا تو اس کو "خان صاحب" کا لقب عطا ہوتا تھا۔ پھر دل کھول کر خدمت کی تو "خان بہادر" بنا دیا۔ پھر دل کھول کر خدمت کی تو "سر" بنا دیا۔ اسی طرح ہندو کو "رائے صاحب" اور "رائے بہادر" سکھ کو "سردار صاحب" اور "سردار بہادر" بنا دیتا تھا۔ شاہ لنڈن کو کیا پتہ تھا کہ کون حکومت کی خدمت کرتا ہے۔ ضلع کا ڈپٹی کمشنر لکھتا تھا تو وہاں سے القاب آ جاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالےٰ کے زمین پر نمائندہ ہیں۔ جس سے آپ راضی اس سے اللہ تعالےٰ راضی۔ جس سے آپؐ ناراض اس سے اللہ تعالےٰ ناراض۔

اے مسلمان! تجھے صحتِ جسمانی کی بھی ضرورت ہے۔ تاکہ تو اندھا نہ ہو بینا ہو۔ بہرہ نہ ہو تیری قوت شنوائی ٹھیک ہو۔ لنگڑا نہ ہو پاؤں سلامت ہوں۔ غرضیکہ تمام اعضاء درست ہوں تاکہ دین و دُنیا کے کام بخوبی سر انجام دے سکے۔ لیکن صحت جسمانی سے زیادہ مسلمان کو صحت روحانی کی ضرورت ہے۔ اکثریت کو جسمانی صحت ہی پیشِ نظر ہے۔ روحانی صحت کا خیال ہی نہیں۔ انگریز مسلمان کو پاگل بنا گیا ہے۔ پاگل کو پاگل کہہ کر دیکھیئے۔ وہ آپ کو۔ آپ کے باپ کو اور آپ کے دادا کو پاگل بنا کر دم لے گا۔ یہ پڑھے لکھے جن اور روحانی پاگل ہیں۔ جو اسلام کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ اگر کوئی ان کی بے دینی پر ان کو تنبیہ کرے تو اس سے لڑتے اور اُلٹا گالیاں دیتے ہیں۔ یہ انگریز کی پیدا کردہ نسل ہے۔ جہاں انگریز کا اثر نہیں پہنچا تھا۔ وہاں کے لوگوں کو نماز کے لئے کہا جائے تو وہ شرمائیں گے اپنی کمزوری کا اقرار کریں گے۔ اور کہیں گے کہ دُعا کریں اللہ تعالیٰ ہمیں نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کی صحت جسمانی اور صحت روحانی دونوں درست فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

جسم مٹی سے بنا ہے اس کی غذا زمین سے پیدا ہوتی ہے۔ روح عالم ملکوت سے آئی ہے۔ عالم ملکوت کے رہنے والوں کی غذا ذکر الٰہی ہے۔ وہ نہ کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ اس لئے رُوح کی غذا بھی ذکر الٰہی ہے۔

وَیَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الرُّوۡحِ ؕ قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ وَمَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِیۡلًا ○

سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱۰ پ۱۵

(ترجمہ- اور یہ لوگ آپ سے
روح کے متعلق سوال کرتے ہیں
کہہ دیجئے رُوح میرے رب کے
حکم سے ہے- اور تمہیں جو علم
دیا گیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا ہے)

جب روح کو عالمِ ملکوت سے لاکر اس پنجرہ میں قید کیا گیا تو اللہ تعالےٰ کی ربوبیت نے تقاضا کیا کہ اس کو یہاں عالم ملکوت کی غذا بہم پہنچائی جائے۔ یہ قاعدہ ہے کہ بادشاہ جب کسی جانور کو قید کرکے لاتے ہیں تو اس کو اپنے موطن اصلی میں جو غذا ملتی تھی، وُہی قید خانہ میں بھی دیتے ہیں۔ چڑیا گھر میں شیر کو بارہ جھینے گوشت۔ طوطے کو میوہ جات اور بارہ سنگھے کو گھاس کھلاتے ہیں۔ کچھ دن ہُوئے میرا چھوٹا لڑکا مولوی حمید اللہ مجھے چڑیا گھر لے گیا۔ وہاں مَیں نے دیکھا کہ ایک جگہ بڑے بڑے سانپ (اژدہا) ہیں۔ وہ سوئے ہوئے تھے اور پاس چوہے پھدک رہے تھے یہ ان کی غذا ہے۔ وہ جب اُٹھیں گے تو چوہے کھالیں گے۔

انسان چونکہ جسم اور روح دونوں کا مجموعہ ہے۔ اس لئے صحت مند انسان کو دونوں قسم کی غذاؤں کی ضرورت ہے۔ جسمانی صحت کی علامت یہ ہے کہ جسم کو کھانے پینے کی چیزوں کی اشتہا پیدا ہو۔ کھانے کے بعد غذا ہضم ہو جائے۔ اسی طرح روحانی صحت کی علامت یہ ہے کہ رُوح کو ذکرِ الٰہی کی اشتہا ہو۔ اور ذکر کے بعد طبیعت میں سرور پیدا ہو + مؤذّن جب نماز کے لئے حی الصلوٰۃ کہہ کر بُلاتا ہے۔ اگر مسلمان خوشی سے آتا ہے تو سمجھا جائیگا کہ اس کی روحانی صحت بحال ہے۔ دوکاندار ہے تو دوکان کے آگے کپڑا تان دے گا۔ سرکاری ملازم ہے تو کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوگا۔ نماز میں آنے والوں کو کیا ملیگا؟ فلاح کا تمغہ ملے گا۔ حی علی الفلاح۔ اگر کھانے پینے کی چیزوں کی اشتہا نہ ہو۔ اور کچھ کھائے تو ہضم نہ ہو۔ تو کہا جائیگا کہ جسمانی صحت بگڑی ہوئی ہے۔ اسی طرح اگر رُوح کو ذکرِ الٰہی کی اشتہا نہ ہو تو کہا جائیگا کہ رُوحانی صحت بگڑی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی دونوں صحتیں درست فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

دونوں قسم کی صحتیں اگر بگڑ جائیں تو دونوں کی بحالی کے اسباب ہیں۔ جسمانی صحت میں موت کا تو کوئی علاج نہیں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ جب تک سانس تب تک آس۔ موت کے سوا ہر بیماری سے شفا کی امید رہتی ہے اور آخری دم تک علاج کیا جاتا ہے۔ روحانیت میں بھی یہی ہے۔ اگر ملعون نہیں ہُوا تو ہادی کے علاج سے رُوحانی امراض سے شفا ہو جائے گی۔ مسلمان کی موجودہ بے دینی میں ستر فیصدی حرام اور مشتبہ مال کا دخل ہے۔ جس کی آمدنی حرام کی ہے۔ اس کے بیوی بچّوں کو اوّل تو عبادت کی توفیق نہ ہوگی اگر کرینگے تو قبول نہ ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا۔

(ترجمہ- بے شک اللہ تعالیٰ پاک
ہے نہیں قبول کرتا مگر پاک
چیز کو)

حرام اور مشتبہ مال کھانے والوں کو نماز کی توفیق نہیں ہوتی۔ اگر کوئی زبردستی لے آئے یا شرم کے مارے آ جائیں تو نماز میں نہ دل لگتا ہے اور نہ لذّت آتی ہے۔ بے دینی کا بیس فیصدی سبب نا اہلوں کی صحبت ہے۔ دیندار مسلمانوں کے بچّے دسویں جماعت تک ٹھیک رہتے ہیں۔ دسویں جماعت میں گئے۔ ادھر جوانی کا بھوت سر پر سوار ہُوا۔ نا اہلوں کی صحبت میں گئے اور آوارہ ہو گئے۔ دس فیصدی سبب بے دینوں کے ہاتھ سے ملوث ہوکر کھانے پینے کی چیزوں کا آنا ہے۔

میرا دل چاہتا تھا کہ لاہور سے کچھ فاصلہ پر ایک تربیت گاہ بنائی جائے۔ جس کے چاروں طرف قد آدم دیوار ہو اس دیوار میں فقط ایک دروازہ ہو۔ اندر رہنے کے کمرے ہوں۔ جو احباب اپنی تربیت کرانا چاہیں ان کو اس میں رکھا جائے۔ ان کے کھانے کے لئے ٹسٹ کرکے گندم اندر بھیجی جائے۔ وہ ۲۴ گھنٹے با وضو رہیں۔ اپنے ہاتھ سے گندم کو چکی میں پیسیں۔ اندر خود ہی سبزی بوٹیر بیں وقتاً فوقتاً جاکر ان کو ذکرِ الٰہی کا پروگرام بتلا آؤں وہ اس کو نبھائیں۔ اس طرح ۱۲ دن تک خالص حلال اور طیّب رزق ان کو کھلایا جائے۔ اور ذکرِ الٰہی کرایا جائے۔ تو مجھے اللہ تعالےٰ کے فضل سے امید ہے کہ وہ ان کو نورِ باطن نصیب فرمائے گا۔ پھر عبادت میں وہ لذّت نصیب ہوگی کہ اس کے مقابلہ میں دُنیا کی سب نعمتیں ہیچ نظر آئیں گی۔ چند احباب اچھرہ کے پاس ایک ٹکڑہ زمین دیکھنے کے لئے گئے بھی تھے۔ ان میں سے خواجہ عبدالوحید اور مولوی علاؤالدین صدیقی کے نام تو مجھے یاد ہیں۔ خواجہ صاحب کراچی چلے گئے۔ صدیقی صاحب دوسری طرف لگ گئے۔ یہ سکیم ختم ہوگئی۔

کیمیاں را بدست اندر درہم نیست
خداوندانِ نعمت را کرم نیست

جن کو اللہ تعالےٰ نے دولت دی ہے ان کو ان چیزوں کا خیال نہیں اور جن کو خیال ہے ان کے پاس دُنیوی وسائل نہیں۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی جسمانی اور روحانی دونوں صحتوں کو درست رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

بقیہ شادی کمیشن کی تباہ کاریاں صفحہ ۱۸ سے آگے-

ان سے مکمل قطع تعلق باور نہیں کرتا اور وہ اس وقت کسی وجہ سے مکمل قطع تعلق کرنا چاہتا ہے تو اس کو جو لفظ بھی مکمل قطع تعلق کا ملے گا وہ کہہ ڈالیگا۔ اگر نو بار سے یا زیادہ سے زیادہ مکمل قطع ہو سکے گا وہ کر دیگا۔ اور اگر کسی لفظ سے قطعاً ممکن نہ ہوگا تو ایسا نہ ہو وہ اپنے دل کی بھڑاس کسی اور ناجائز صورت سے نکالنے لگے۔ اور اپوا اور اپوا کے ہمدردوں کی ہمدردی بجائے نفع بخش ہونے کے جان لیوا ہی نہ ثابت ہو جائے- تو پھر یہ خونِ ناحق کس کی گردن پر ہوگا اور اگر کوئی صورت باقی نہ رہیگی تو لامحالہ دونوں کی زندگی موت سے بدتر بن کر رہے گی۔ عورت کی کس مپرسی میں کون ترس کھائے گا۔

اسلامی ممالک کو دعوتِ اتحاد

(از جناب ماسٹر لال دین صاحب اخگر)

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

(سورہ آل عمران رکوع ۱۱ پ ۴)

ترجمہ۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو۔

اقوام عالم سمندر کی لہروں کی طرح مٹتی بھی ہیں اور اُبھرتی بھی ہیں۔ انقلاباتِ زمانہ قوموں کی داستانیں تیار کرتے رہتے ہیں اور پھر وقت ان کو ادوار میں تقسیم کرتا رہتا ہے۔ ترقی اور تنزّل کی گھڑیاں سب پر آتی ہیں۔ آزادی و غلامی کے ایّام ہر قوم کو دیکھنے ہوتے ہیں۔ غرضیکہ ہر کامیابی ناکامی کی زد میں ہے اور ہر ناکامی وقت آنے پر نصرت و کامرانی سے بدل سکتی ہے۔

قوموں کی زندگی پر محققانہ نگاہیں ڈالنے والے لوگ ہر واقعہ کے اسباب و علل کی تلاش میں سینکڑوں برس پیچھے ہٹ کر دیکھتے ہیں اور ہر روز کا منظرِ غائر مطالعہ کرتے ہیں۔ تب کہیں جا کر وہ عصرِ حاضر کے واقعات پر تبصرہ کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ کیونکہ قلعوں کی مسماری اور ملکوں کی غارت گری۔ سفاکانہ خونریزی یعنی وقتی حملوں اور یورشوں سے قوموں کی تقدیریں نہیں بدلی جا سکتیں۔ بلکہ ان خونچکاں لمحات کے پیچھے برسوں سے ایسے تباہ کن واقعات اکٹھے ہوتے رہتے ہیں۔ جن کو ماہرینِ نفسیات عواملِ بعیدہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ عواملِ بعیدہ کبھی کسی اچانک واقعہ کے بعد منظرِ عام پر آ کر سلطنتوں کی بربادی، قوموں کی غلامی اور ملک و ملت کی تباہی کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس وقت ان کا نام عواملِ قریبہ ہوتا ہے۔ اس وقت سطحی نظریں بھی ان کو دیکھ لیتی ہیں۔

جہاں تک محققین نے ٹوہ لگائی ہے۔ قوموں کی بیداری کے لئے عبرت سے بڑھ کر کوئی تازیانہ نہیں ہے۔ کیونکہ غفلت کی نیندیں اگر حوادث کے تھپیڑوں سے دُور نہ ہوں تو کشتیاں گردابِ بلا میں پھنس کر رہ جاتی ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ وہ قومیں جن کی ہیبت سے کوہ و جبل کانپ اُٹھتے تھے۔ جب غفلت شعاری اور باہم کشمکش کا شکار ہوئیں۔ تو آناً فاناً موت کی آغوش میں سو گئیں اور اُن کی جگہ ان لوگوں نے لے لی۔ جو وقت کی بدلتی ہوئی تیوری کا منشا سمجھتے تھے۔ اور ہمیشہ راہِ عمل پر گامزن رہتے تھے۔ عمومیت سے قطع نظر۔ آج ہم کو اسلام کے نام لیواؤں سے کچھ شکوہ آمیز گفتگو کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ مبصرینِ نفسیات کا ارشاد ہے ؎

حدی را تیز ترمے خواں چو محمل را گراں بینی
نوا را تلخ ترمے زن چوں ذوقِ نغمہ کم یابی

مصر کا واقعہ پوری اسلامی دُنیا کے لئے ایک عبرت کا تازیانہ ہے۔ یہ برسوں سے سوئی ہوئی ملّتِ بیضا کے لئے پیغامِ بیداری کا حکم رکھتا ہے۔ بچھڑے ہوئے بھائیوں کو صدیوں کے بعد گلے ملنے کی دعوت دیتا ہے۔ گری ہوئی باعزّت ہستیوں کو اپنے دامن سے گردِ ذلت جھاڑنے کا ایک سُنہری موقعہ ہے۔ غلامی کی زنجیروں کو کاٹ کر پھینک دینے کی ایک عمدہ گھڑی ہے۔ مصر کا واقعہ ہاں مصر کا واقعہ۔ شیرانِ مصطفٰے کو رُوباہ مزاجی سے نفرت دلانے کے لئے اپنے اندر ہزاروں نظائر رکھتا ہے۔ یہ واقعہ قرونِ اولےٰ سے لیکر اب تک کی ساری اسلامی زندگی پر نظر ڈالنے کی دعوت دیتا ہے۔ کیونکہ ؎

عدو شرّے برانگیزد کہ خیرے ما در آں باشد

ممکن ہے کہ اس واقعہ سے برسوں کا تساہل، صدیوں کا ذہنی جمود و تعطّل۔ عیش و عشرت کے سالہا سال دم زدن میں ختم ہو جائیں اور ہم اس لمبی منحوس اور تاریک شب کے بعد ایک ایسی صبح کا چہرہ دیکھیں جس میں ہم لوگ دوبارہ اپنے آپ کو قافلہ سالار کے قدموں پر چلتا ہُوا پائیں۔ ہماری حیثیت اُن مقتدیوں کی سی ہو۔ جو امام کے ہر اشارہ پر چلنا عبادتِ الٰہی میں ضروری سمجھتے ہیں۔ لہٰذا قیاس چاہتا ہے کہ یہ واقعہ ہمارے چھنے ہوئے تاج و تخت ہمیں پھر سے دلا دیگا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ سانحۂ عظیم ہماری تفریق۔ انفرادی جاہ طلبی۔ ذاتی اقتدار اور خود ستائی کو ختم کر کے ہمیں مرکزیت اور ناموسِ وحدتِ فکری کی زرّیں تعلیم دے۔

لہٰذا اے فرمانروایانِ ممالکِ اسلامیہ! کیا آپ نے اپنی اس میراث کے عظیمہ کا پتہ بھی لگایا کہ یہ آپ لوگوں کے آباؤ اجداد کو کہاں سے ہاتھ لگا؟ وہ لوگ کون تھے جن کے وارث آپ کے بزرگ بنے؟ اُن کے اوصاف کیا تھے؟ اُن کے لیل و نہار کیسے بسر ہوتے تھے؟ آؤ۔ مگر تاریخوں کو بغلوں میں دبا کر نہیں۔ بلکہ چشمِ ظاہر بین کو بند کر کے آؤ اور چشمِ تصوّر سے مدینہ طیبہ کی مبارک پُر نور بستی پر نظر ڈالو۔ یاد رہے۔ کہ یہ عقیدت کا مقام ہے۔ یہ ملائکۂ قدس کی زیارت گاہ ہے۔ یہ عرشیوں اور فرشیوں کی محبت کا مرکزی نقطہ ہے۔ ہاں۔ ہاں۔ یہ سیّد الانبیاء کی درسگاہ ہے۔ اس درسگاہ سے طالب علم صدیقیت کی سند لے کر۔ فاروقیت کا زیور پہن کر۔ حلم کی عبا در بر کئے اور علم و شجاعت کے جھوُمروں سے سجی ہوئی جبیں لے کر جاتے ہیں۔ وہ دیکھئے۔ معلّمِ اکبر اپنی نگاہوں کے فیض سے قلوب و ارواح میں تزکیہ کے چھینٹے دے رہے ہیں۔ اپنے شاگردوں کے اتحاد و یگانگت پر شاکرانہ تبسّم کناں ہیں۔ عین اُس وقت پروردگارِ عالم کے پیامبر حضرت جبرائیل امین آ کر کانِ قدس سماعت میں کہتے ہیں۔ کہ اپنے حلقہ نشینوں سے فرما دیجئے۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْہَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ سورہ انفال رکوع ۶ پ ۱۰

ترجمہ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمّت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔ اور صبر کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

یہ سبق اُس فطرت کے ترجمان کی حقیقت بیان زبان سے سُن کر شاگردانِ پاک باطن نے حرزِ جاں بنا لیا۔ اور پھر ساری کائنات نے دیکھ لیا۔ کہ ان لوگوں کے اتحاد نے قیصر و کسریٰ کی صدیوں کی سلطنتوں کو دم زدن میں فتح کر لیا۔ خالدؓ و ابو عبیدہؓ کی تلواروں اور افواجِ اسلامیہ کی فی سبیل اللہ یلغاروں نے ہر بلندی و پستی پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا۔

اے اسلامی ممالک کے حکمرانو۔ یہ سلطنتیں جن پر آپ لوگ علیحدہ علیحدہ حکومت کرتے ہیں۔ یہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظمؓ کے مبارک وقتوں کی فتوحات ہیں آپ کی سلطنتوں کے ذرّات شاہد ہیں، کہ اصحاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان سرزمینوں میں غازیانہ شام و سحر بسر کئے۔ اور اُن کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے

ان علاقوں سے باطل کی تاریکی ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی آپ کی سرزمینوں میں اصحابہ کرام ۔ شہداء ۔ فقہاء ۔ اولیاء اللہ اور سابقہ انبیائے کرام کے مقدس وجود محو استراحت ہیں ۔ کائنات کے ہر کلمہ گو انسان کو آپ کی بستیوں سے عقیدت ہے ۔ ہماری عقیدت کا ترجمان ڈاکٹر اقبال مرحوم ہسپانیہ کو مخاطب کرکے فرماگیا ہے ؎

ہسپانیہ تو خونِ مسلماں کا امیں ہے
مانندِ حرمِ پاک ہے تو میری نظر میں
پوشیدہ تیری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
خاموش اذانیں ہیں تیری بادِ سحر میں
روشن تھیں ستاروں کی طرح ان کی سنانیں
خیمے تھے کبھی جن کے تیرے کوہ و کمر میں

داناؤں کو اس حقیقت سے انکار نہیں ہوگا کہ غلامی کے جراثیم دق سے زیادہ مہلک ہوتے ہیں ۔ اور پھر غلامی کے مختلف درجات مراتب بھی مقرر ہیں ۔ غیر مسلم کی غلامی کا سب سے چھوٹا درجہ لعنت سے کم نہیں ۔ غلامی فطرت کے صحیح تقاضوں کو میدانِ عمل میں قدم رکھنے سے روکتی ہے ۔ حفیظ جالندھری اس ضمن میں ایک دو کام کی باتیں کہہ گیا ہے ؎

غلامی آدمی سے آدمیت چھین لیتی ہے
عمل دیتی ہے لیکن حُسنِ نیت چھین لیتی ہے
غلامی سربلندی کے نتائج سے ڈراتی ہے
زمیں پر پیٹ کے بل رینگنے کے گُر سکھاتی ہے

اسلامی دُنیا کا الہامی شاعر ڈاکٹر اقبال رحؒ کا ارشاد ہے ؎

در غلامی لذّتِ ایماں مجو　　گرچہ باشد حافظِ قرآں مجو

دیکھئے کیا فرما رہے ہیں کہ غلامی کی نحوست لذّتِ ایماں سے بھی محروم رکھتی ہے ۔ غلامی کی لعنت کے نیچے حفظِ قرآن کی نعمت بھی اپنی فیض رسانی سے اکثر قاصر رہتی ہے اس کے ساتھ ہی دوسرے اشعار میں مردانِ حُر کی مدحت سرائی فرما رہے ہیں ۔ ؎

جلوۂ حق گرچہ باشد یک نفس
قسمتِ مردانِ آزاد است و بس

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

مردِ حر محکم ز وردِ لا تخف
ما بمیداں سر بجیب او سر بکف
مردِ حُر چو اشتراں بارے بُرد
مردِ حُر بارے برد خارے خورد
ما کلیسا دوست ما مسجد فروش
او ز دستِ مصطفےٰ پیمانہ نوش

یہ حقائق کی ترجمانی ہے ۔ شاعرانہ مبالغہ نہیں ہے ۔ یہ اُس شاعر کا کلام ہے ۔ جس کو آپ لوگ حکیم الامت کے نام سے یاد کرتے ہیں ۔ اپنے کلام کے متعلق خود فرما گئے ہیں ؎

گوہرِ دریائے قرآں سفتہ ام
شرحِ رمزِ صبغۃ اللہ گفتہ ام

آزادیِ مردِ مسلم کے سینے میں شیر کا دل پیدا کرتی ہے ۔ مومن حوادث کی بھیانک تاریکیوں سے خائف نہیں ہوتا ۔ وہ یقیں کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے ۔ نگاہِ پاک حُسنِ عمل ۔ اور اندیشۂ افلاکی مردانِ حُر کے زیور ہیں ۔

رسولِ مقبولؐ کا اسوہ حسنہ اور صحابہ کبارؓ کی زندگی میں اُس مبارک اُسوہ کی جھلکیں قیامت تک اولادِ آدم کی دستگیری فرماتی رہیں گی ۔ ان مبارک ہستیوں کو کفار اور مشرکین کے ساتھ حلیف اور حریف بن کر زندگی بسر کرنے کا موقعہ بار ہا ملا ۔ اُنھوں نے عہد و پیمان کو احسن طریق سے پورا کیا مگر جب کبھی حزب مخالف نے نقضِ عہد کیا یا کسی حلیف کے ساتھ دُشمنوں نے دست درازی کی تو سرورِ کونینؐ کی جبینِ رحمت بار پر بھی غضب کے آثار نظر آنے لگتے تھے ۔ یہود و نصاریٰ نے جب بار بار بد عہدی کی تو اُن کو جلا وطن کر دیا گیا ۔ غالباً ۔ ہرقل نے امیر معاویہؓ کو حضرت علیؓ کے خلاف اکسانے کے خلاف خط لکھا ۔ اور مدد کا وعدہ کیا تو حضرت معاویہؓ کا جواب تھا ۔ کہ ” ارے کُتّے ۔ اگر تُو نے مدینۃ الرسولؐ پر آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھا تو حضرت علیؓ کی فوج کا سب سے پہلا سپہ سالار جو تیری فوج کا مقابلہ کریگا وہ مَیں ہوں گا ۔ “ یہ وہ رشتۂ اسلامی تھا ۔ جو دُنیاوی رشتوں سے بالا تھا ۔ اسلام کے دشمن اُن غیور مسلمانوں سے خائف رہتے تھے ۔ خیر ۔ اگر مَیں اپنی گزارش کی تقویت و تائید میں تاریخی شواہد پیش کرنے لگ جاؤں تو مضمون کئی قسطوں میں پُورا نہیں ہوگا ۔ لہٰذا مجھے آج جو کچھ کہنا ہے اس کو مختصراً پیش کرتا ہوں ۔

عراق ۔ شام ۔ ایران ۔ ٹرکی ۔ پاکستان اور باقی اسلامی ممالک کو علّامہ اقبال مرحوم نے جو پیغامِ قدسی نظام دیا تھا ۔ اس میں ملّتِ اسلامیہ کے منشا کی پُوری ترجمانی موجود ہے ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

آج ہم تعدُّدِ خُلَفَاء کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں ۔ ہم مرکزیت کے خیال سے کوسوں دُور بھاگتے ہیں ۔ ایران ایرانیوں کے لئے ۔ مصر مصریوں کے لئے ۔ پاکستان پاکستانیوں کے لئے علیٰ ہٰذا القیاس ۔

بھلا یہ سب کچھ سہی ۔ مگر ہم سوال کرتے ہیں کہ قرآن کن کے لئے ؟ کعبہ کن کے لئے ؟ روضۂ اقدس کن کے لئے ؟ اور پھر گنبدِ خضرا میں سونے والے کن کے لئے ؟

تو اے پرستارانِ خدائے واحد آپ کی آنکھیں اس موقعہ پر عقیدت سے جُھک جاتی ہیں ۔ اور آپ کے دل ایک فطری محبت سے گرمائے جاتے ہیں ۔ اور شیطانِ لعین کا طلسم (عرب عربوں کے لئے مصر مصریوں کے لئے) آن کی آن میں ٹوٹ جاتا ہے ۔ غیریت کی گھنگھور گھٹائیں چھٹ جاتی ہیں ۔ ذاتی اقتدار کے بھوت اُتر جاتے ہیں ۔ اور پھر آپ تمام اکناف عالم سے ایک مرکز کی طرف بھاگتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ جس کا مرکزی نقطہ ان تین لفظوں سے مرکب ہے (کعبۃ اللہ ۔ کلام اللہ اور رسول اللہؐ) اس کے سوا کوئی ایسی کشش نہیں ۔ جو آپ میں اتحاد و یگانگت پیدا کرے اور اس کے بغیر کوئی ایسی آواز نہیں ۔ جو آپ کو محیطِ عالم سے نقطۂ پرکار پر لے آئے ۔ ہم نے ابتدائے آفرینش سے دیکھا ۔ اور قیامت تک دیکھنے والے دیکھتے رہیں گے ۔ کہ آپ لوگ جب بھی اکٹھے ہوئے تو اس نقطۂ مرکزیہ کی برکت سے اکٹھے ہُوئے ۔ اور جب کبھی شومئے قسمت سے جُدا ہُوئے تو اُسی مقدس مقام سے دُور ہوتے گئے ۔ اس وقت ہم اپنوں سے کٹ گئے اور غیروں سے نظریں ملانے لگے ۔

اس موقعہ پر ہمیں قرآن نے سمجھایا

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ هٰاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ○

اے ایمان والو اپنوں کے سوا کسی کو بھیدی نہ بناؤ ۔ وہ تمہاری خرابی میں قصور نہیں کرتے ۔ جو چیز تمہیں تکلیف دے

وہ انہیں پسند آتی ہے۔ ان کے مونہوں سے دشمنی نکل پڑتی ہے اور جو انکے سینوں میں چھپی ہوئی ہے۔ وہ بہت زیادہ ہے۔ ہم نے تمہارے لئے نشانیاں بیان کر دیں۔ اگر تم عقل رکھتے ہو سن لو۔ تم انکے دوست ہو اور وہ تمہارے دوست نہیں اور تم تو سب کتابوں کو مانتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر غصہ سے انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں کہدو تم اپنے غصہ میں مرو۔ اللہ کو دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بری لگتی ہے اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس سے خوش ہوتے ہیں۔ اور اگر تم صبر اور پرہیزگاری کرو تو ان کے فریب سے تمہارا کچھ نہ بگڑیگا۔ یعنی غیر کو بھیدی نہ بناؤ۔ مگر ہم نے پروا نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری حیثیت باوجود تخت و تاج کے غیروں کی نظروں میں گر گئی۔ ہم نے اپنی جان کی حفاظت کے لئے کبھی برطانیہ کو محافظ مانا۔ اور کبھی امریکہ کی مداخلت کو آیۂ رحمت سمجھا۔ کبھی روس کی خود غرضانہ دھمکیوں کو اپنی حمایت سے تعبیر کیا۔

یہ کیا ہوا؟ حقیقت میں ہم خود فریبی کا شکار ہو گئے۔ ہماری ذلّت کے دن قریب آ گئے۔ اور ہماری اسلامی اقتدار کی بنیادیں متزلزل ہو گئیں۔ ہم سے سطوت چھن گئی۔ ہم پر دنائت چھا گئی۔ ہم دریوزہ گروں کی طرح غیر کے ہر ٹکڑے پر سجدۂ شکر بجا لانے لگے۔ افسوس صد ہزار افسوس۔ ہم اس سیاہ بختی کے زمانے میں اپنے آباؤ اجداد کی داستانوں کو بھی بھول گئے۔ ہم اُن کے ہیں جو حرم کے پاسبان تھے۔ جو اشرفُ الانبیاءؐ کے شیدائی تھے۔ قرآن حکیم کو سینوں سے لگانے والے تھے۔ اور ان مقدس شعائر اللہ کی حفاظت میں اپنا تن من دھن قربان کر دیتے تھے۔ کاش ہم سمجھ جائیں کہ ہم بھی انہیں کی اولاد ہیں۔ وہ نصف صدی میں تمام طاقتوں پر چھا جانے والے ہمارے ہی اسلافِ کرام تھے۔ مگر ہم نے آج دونِ ہمتی کو اپنا شعار بنا لیا۔ بلاکشی اور جفاکشی کو ترک کر کے عیش و عشرت کو اپنا کردار سمجھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا تعالےٰ کی زمین ہم پر باوجود اپنی وسعت کے تنگ ہو گئی ہے۔ اب فاروقی اور عثمانی فتوحات میں ہماری حیثیت کرایہ داروں کی رہ گئی ہے۔ آج بہار میں ہمارے خون کی ہولی کھیلی گئی تو کل حیدر آباد سے ہمیں نکالا گیا۔ آج ہم جونا گڑھ کا ماتم کر رہے ہیں تو کل کو کشمیر کے آہ و بکا کی باری ہے۔ جب بھی ہمیں مار پڑی تو ہم نے اقوام متحدہ سے التجائیں کیں۔ اور اُس کو ہم نے اپنا کارساز سمجھا۔

آہ۔ ہماری اپنی یو۔ این۔ کو کیا ہوا
آہ ہماری باجگزار قومیں ہماری حاکم کیسی بن گئیں
آہ ہمارے خالد و طارق کیا ہوئے۔ آہ ہمارے محمد غوری و محمود غزنوی کدھر گئے۔ واحسرتا۔ ہم سے محمد بن قاسم اور سلطان شہید جیسے شیر دل مجاہد روٹھ گئے۔ دھوتی پوش لالے آئے تو ہزاروں کی تعداد میں ہماری بہنوں کو بیٹیوں کو اور ماؤں کو لونڈیاں بنا کر لے گئے۔ ہندوستان میں کفر نے یلغار کی تو ٹرکی اور مصر کا اسلام خاموش رہا۔ فلسطین میں آگ لگی تو پاکستان کا اسلام مگن رہا۔ آج مصر میں صحرائے سینائی میں پورٹ سعید کے بازاروں میں اور قاہرہ کی گلیوں میں مصریوں کی لاشیں عفونت پیدا کر رہی ہیں تو ہم نے طہران میں شاہی دورے شروع کر دیئے۔ مسلمانو کچھ ہوش کرو۔ یہ ٹھنڈی گرمیاں یہ یو این او کی منت سماجت۔ یہ امریکہ کی قصیدہ خوانی آخر کب تک؟ کیا ہم سوال کر سکتے ہیں کہ آج سیّدنا یوسف علیہ السلام کے مزار پر یہود و نصاریٰ بم باری کریں اور ہم صرف عورتوں کی طرح اپنے شہر میں جلوس نکال کر احتجاج کریں۔ لیکن جب دشمنانِ دین نے کل کو مدینۃ الرسول کی راہ لی۔ اور گنبدِ خضرا پر حملہ کر دیا تو بتاؤ کہ اس وقت ہم کیا کریں گے؟ اس وقت ہماری زندگی اسلام کی زندگی نہیں ہوگی۔ کیا اس سے بہتر یہ نہیں کہ ہم اس غلامانہ ذہنیت کو چھوڑ کر فوراً ایک مرکز پر اکٹھے ہو جائیں۔ ہمارے شام و عراق اور مصر و اُردن صوبائی حیثیت میں رہیں۔ ان تمام دول اسلامیہ کا ایک مرکزی دارالخلافہ ہو قرآن اور تلوار پھر سے ہمارا دستور و آئین بن جائے۔ گویا خدائے دو جہاں اپنے محبوبؐ کی اُمّت پر پھر سے رحمت کے پھول برسائے۔ اغیار ہم سے خائف ہوں۔ ہماری چھینی ہوئی عزّت۔ غیرت۔ حریّت اور جمعیتِ قومی ہمیں دوبارہ مل جائے۔ ہم معاہدۂ بغداد اور باقی ذلیل کن رشتوں سے کٹ جائیں۔ اور سیسہ پلائی دیواروں کی طرح کفر کی آندھیوں سے بے نیاز ہو کر زندگی بسر کریں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت۔ خلقِ خدا کی خدمت اور تبلیغِ دین ہمارا شعار ہو ہماری خداداد ہمّتوں سے چار دانگِ عالم میں اسلام کا تسلّط اور غلبہ ہو جائے۔ اور ارشادِ نبویؐ کو جس طرح ڈاکٹر اقبال مرحوم نے سمجھا ہے ہم بھی سمجھیں۔ اور غیر مسلم اقوام کے غاصبانہ تسلط سے خدا کی زمین کو پاک کر دیں ؎

مومناں را گفت آں سالارِ دیں
مسجدِ من ایں ہمہ روئے زمیں

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنوں سے فرمایا کہ یہ روئے زمین میرے لئے مسجد ہے۔ ؎

الاماں از گردشِ نہ آسماں
مسجدِ مومن بدستِ دیگراں

اللہ تعالےٰ زمانے کی گردش سے پناہ میں رکھے۔ کہ مومنوں کی مسجد یعنی زمین آج اغیار کے قبضہ میں ہے۔

ابھی ہم کو نصف سے زیادہ غیر مسلم دُنیا کے سامنے اسلام کے زرّیں اصول پیش کرنے ہیں۔ کیونکہ پیغمبرِ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت کا مقصد قرآنِ حکیم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِىٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (پارہ ۲۶ رکوع ۱۲ آخر)

پروردگارِ عالم کی وہ ذات ہے۔ جس نے اپنا رسولؐ ہدایت اور سچا دین دیکر اس لئے بھیجا ہے کہ تمام ادیان پر اس کے دین کو غلبہ حاصل ہو جائے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم آئینِ خداوندی کے خادم بن کر زندگی بسر کریں۔ تاکہ وہ ہمارا ہر حال میں ناصر و مددگار رہے۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِىْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ سورہ آل عمران رکوع ۱۷ پارہ ۴

(ترجمہ۔ اگر اللہ تعالےٰ مدد کریگا
تو کوئی تم پر غالب نہ ہو سکے گا۔
اور اگر وہ تم کو ذلیل کرے۔
تو کون ہے جو تمہاری مدد کر سکے
اس کے بعد۔ پس چاہیے کہ
خادمانِ محمدؐ اللہ تعالےٰ پر ہی
بھروسہ کیا کریں۔

شادی کمیشن کی تباہ کاریاں

(از جناب مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور)

(گزشتہ سے پیوستہ)

دفعہ (۵) تین طلاقوں کو ایک تصور کیا جائے۔

اس دفعہ میں کمیشن نے تمام اُمّت کے ایک اجماعی مسئلہ کا خلاف کیا ہے اور بظاہر حال قرآن و حدیث کا بھی خلاف کیا ہے۔ اس مسئلہ میں چند صدی پہلے بعض علماء کو بھی غلط فہمی ہوئی ہے لیکن وہ اس لئے درخور اعتنا نہیں ہو سکی کہ اوّل تو ایک غلطی پر اس کی بنیاد قائم تھی۔ دوسرے جب تمام اُمّت کا اس پر اتفاق ہو چکا اور حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میری اُمّت گمراہی پر جمع نہیں ہو گی۔ تو بالکل کھلی بات ہے کہ تین کو ایک اور ایک کو تین کا مسئلہ کسی غلط فہمی پر ہی مبنی ہے۔ ساری اُمّت صحابہ تابعین مجتہدین اولیاء اقطاب شہداء صالحین کو گمراہی پر قرار دینے سے یہی سہل ہے کہ ایک شخص کی غلط فہمی قرار دے لی جائے۔ اب غلط فہمی کو ساری امت پر لپیٹ دینا انسانی مروّت کے بھی خلاف ہے۔ اس کے لئے مختصر طریق سے امور ذیل پر نظر کافی ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۱۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ (طلاق دو بار ہے) اس کے بعد رجوع کر لینے یا رجوع نہ کرتے ہوئے چھوڑ بیٹھنے کا بیان ہے۔ پھر یہ تو مرد کی طرف سے طلاق کا بیان تھا۔ آگے عورت کی طرف سے خلع کا بیان فرمایا۔

پھر اس کے بعد ارشاد ہے۔ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پھر اگر عورت کو طلاق دے دی تو عورت مرد کے لئے حلال نہیں ہو گی۔ تیسری طلاق کے بعد یہانتک کہ عورت اس کے علاوہ کسی شوہر سے صحبت نہ کر لے۔ یعنی اگر مرد کی طرف سے دو بار طلاق ہو تو رجوع اور ترکِ رجوع کا اختیار ہے۔ مگر حلالہ کی ضرورت نہیں۔

(اگر خلع بھی ہو جاوے اس کے مقابل عورت کی طرف سے ہو تو بھی حلالہ کی ضرورت نہیں۔)

اور دو بار کے بعد جو طلاق ہو گی تو عورت بغیر حلالہ کے یعنی اس کے بغیر کہ دوسرے شوہر سے صحبت کر چکے اول کے لئے حلال نہیں ہو گی۔ قرآن شریف کا حکم عام ہے۔ چاہے تیسری طلاق ایک مجلس میں ایک ہی وقت ہو۔ چاہے ایک ہی لفظ سے پہلی دوسری تیسری ہوں۔ تفصیلی طریق سے ہوں یا اجمالی ہوں چاہے عرصہ عرصہ کے بعد ہوں۔ پھر چاہے پہلی کے بعد رجوع بھی کر لیا ہو ہر صورت میں دو کے بعد والی طلاق سے عورت بغیر حلالہ کے حلال نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کسی حدیث کا بھی ایسا مفہوم تجویز کر لینا درست نہیں جو قرآنی عموم کو ختم کر دے۔

۲۔ تفسیر مظہری کا ترجمہ اس آیت کے تحت اس مسئلہ کی تحقیق کا ہے پیش کر دینا حدیث و اجماع اور غلط فہمی کا منشا ظاہر کرنے کے لئے انشاء اللہ کافی ہو گا۔

"لیکن تمام اُمّت نے اجماع کیا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو یہ کہہ دے کہ تجھ کو تین طلاق ہیں تو بالاجماع تین ہی واقع ہونگی۔ امامیہ (شیعوں کا فرقہ) کہتا ہے کہ اگر تین طلاقیں ایک دم دیگا تو کوئی واقع نہ ہو گی۔ اور بعض حنبلیوں کا قول ہے کہ ایک واقع ہو گی اور بعض لوگوں کا کہنا یہ بھی ہے کہ "تجھ کو تین طلاق" ہیں اس عورت کو جو شوہر کے پاس جا چکی ہے تین اور جو اب تک نہیں گئی اس کو ایک ہو گی۔ ہماری دلیل حدیث اور اجماع ہے۔ حدیث تو حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حیض کے زمانہ میں طلاق دیدی تھی۔ پورے قصّہ میں یہ بھی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے اگر میں اس کو تین طلاق دے دیتا تو کیا میرے لئے حلال تھا۔ کہ میں اس سے رجوع کر لیتا۔ فرمایا نہیں وہ تمہاری طرف سے بائن طلاق والی ہو جاتی اور گناہ بھی ہوتا۔ اس کو دار قطنی نے اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنّف میں حضرت حسن سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ مجھ سے خود عبداللہ بن عمر نے بیان کیا ہے۔ تو حضرت ابن عمرؓ سے سُننے کی تصریح کر دی اور ابن عباسؓ کی حدیث میں (یہ حدیث اس طرح ہے کہ ابو الصہبا نے حضرت ابن عباس سے پوچھا۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم اور ابوبکرؓ کے زمانہ میں تین طلاقیں ایک بنائی جاتی تھیں اور حضرت عمر کی امارت میں تین فرمایا ہاں) خود اس بات پر دلیل موجود ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ کا تین جاری کرنا صحابہ کے مجمع کے سامنے تھا اور اس پر بات کا طے ہو جانا اس کی دلیل ہے کہ ان سب صحابہ کے پاس اس کی فسخ کرنے والی کوئی حدیث تھی۔ گو وہ اس سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مخفی رہ گئی تھی۔ اس کے بعد تین طلاق ہونے کے فتوے ابو داؤد طحاوی، امام مالک کی سند سے ابن عباسؓ کا اور موطا و عبدالرزاق کی سند سے ابن مسعودؓ کا اور ابو داؤد و امام مالک کی سند سے حضرت ابوہریرہؓ و ابن عباسؓ کا اور امام مالک کی سند سے عبداللہ بن عمر کا اور وکیع کی سند سے حضرت علیؓ اور پھر حضرت عثمانؓ کا اور عبدالرزاق کی سند سے ابوعبادۃ بن الصامت کا اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دینا اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد کہ اس کو تم سے طلاق بائنہ ہو گئی اور معصیت ہوئی اور طحاوی کی سند سے حضرت انس کا فتوی اور طحاوی کی ہی سند سے کنواری کے باب میں حضرت عمرؓ کا فتویٰ نقل کر کے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس کی اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ پہلے زمانہ میں یہ کہنا بہ نیت تاکید ہوتا تھا پھر لوگ بہ نیت تجدید کہنے لگے تھے اور رکانہ والی حدیث کو ایک مجلس کی تین طلاق کیا ایک ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ ایک طلاق ہے یہ حدیث منکر ہے اور صحیح وہ ہے جو ابو داؤد ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو لفظ البتہ سے طلاق دی تو حضورؐ نے ان کو حلف دیا کہ انہوں نے اس سے ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا ہے تو عورت کو لوٹا دیا تھا۔"

شارح مسلم امام نووی نے یہ تحقیق لکھی ہے۔

"رکانہ کو حضورؐ کا حلف دینا اس کی دلیل ہے کہ اگر وہ تین کی نیت کرتے تو تین ہی واقع ہوتیں ورنہ پھر حلف کا کوئی فائدہ ہی نہ رہے گا۔ اور وہ روایت جس کو مخالف لوگ بیان کرتے ہیں کہ رکانہ نے تین طلاق دیں اور حضورؐ نے ایک قرار دی یہ روایت ضعیف

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

الخشوع والخضوع فی الصلوٰۃ

(از مولینا جار اللہ صاحب خیرپوری ٹامیوالی بہاولپور)

(۶)

گزشتہ سے پیوستہ

اہل اللہ کی پہچان

اس پرفتن دور میں جبکہ ہر صداء دجل، فریب، مکر اور عیاری کی نقیب بن چکی ہے، جبکہ ہر ایک شخص اس کوشش میں محو و سرگرداں نظر آتا ہے۔ کہ وہ اُمتِ مرحومہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات کے افراد کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں اپنی عیاری، مکاری، فریب کاری اور دجل کا شکار بنا لے۔ جبکہ ملتِ اسلامیہ کی حالت اس بکری یا بھیڑ کی طرح ہو چکی ہے۔ جو گلہ سے دُور نکل جانے کے سبب اپنے راعی و نگہبان کی نظر سے اوجھل ہو گئی ہے۔ وہ ضلالت و گمراہی کی پُر از خار وادی میں تیرگی، تاریکی اور ظلمتِ کفر و معصیت و عدوان کی وجہ سے اپنا صحیح راستہ کھو چکی ہے اور اپنی بے بصیرتی، کم نظری اور جہالت کے سبب اپنے سامنے کوئی منزل مقصود تک ہدایت و رہنمائی کرنیوالی راہ معین نہیں کر سکتی، وہ اس حالت ناگفتہ بہ میں ہر دغاباز، مخادع، غدّار و عیار راعی نما بھیڑیے کو اپنا نگہبان اور چرواہا سمجھنے لگی ہے

(۱) عَن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما اخاف علی امتی الائمۃ المضلین (الحدیث) مشکوٰۃ ص۴۶۳

ثوبانؓ ذکر کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ " مجھے اپنی امت پر (نام نہاد) سرداروں کا خوف ' یہ میری اُمت کے لئے گمراہ کن ثابت ہوں گے۔

(۲) عَن حذیفۃ بن الیمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون دعاۃٌ علی ابواب جھنم من اجابھم الیھا قذفوہ فیھا قلت یا رسول اللہ صفھم لنا قال ھم قوم من جلدتنا یتکلمون بالسنتنا قلت فما تامرنی ان ادرکنی ذٰلک قال فالزم جماعۃ المسلمین (ابن ماجہ ص۲۹۵

حضرت حذیفہؓ بن یمان روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (امت مرحومہ پر ایک وقت آئیگا جبکہ گمراہی و ضلالت کی طرف) بلانے والوں کی کثرت ہوگی) یہ حقیقت میں جہنّم کے دروازہ پر ہوں گے جو بھی ان کی دعوت قبول کرے گا وہ اسے ہلاکت و جہنم کی بدترین وادی میں ڈال دیں گے۔ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! ان کی کچھ راہ و رسم اور اوصاف ہمیں بتلادیں (تاکہ ہم بچ سکیں) آپؐ نے فرمایا وہ ہماری جنس اور ہمارے اپنے سے ایک قوم ہوگی ہماری زبان میں بات چیت کریں گے۔ مَیں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ میرے لئے کیا ارشاد ہے۔ اگر مَیں انہیں پاؤں۔ فرمایا " مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑو"

جبکہ آسمانِ حق پر کفر و عصیان، تعدی و عدوان اور ظلم و استبداد کی گھنگھور گھٹائیں چھا جانے کے سبب دُنیا والے منجی و مہلک، غدار و وفادار اور مضل و مہدی میں امتیاز سے عاری ہو چکے ہیں۔ تو بابِ خشوع میں یہ بات لازم نظر آتی ہے۔ کہ اہل اللہ کی پہچان کے متعلق قرآن و حدیث اور اقوالِ اسلاف کی روشنی میں کچھ لکھا جائے۔ تاکہ تشنگان شریعت و طریقت نیک اور بد، رہزن اور محافظ، نقب زن اور گھر کے نگہبان، خیر سگال و بد سگال، ہادی و ضال میں فرق کر سکیں۔ اور حقیقت و معرفتِ خداوندی کے طالب اپنے چاہِ ہلاکت، وادی ضلالت و گمرہی اور قعر مذلت میں ڈالنے والوں سے بچ کر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی با خلوص اور صحیح اتباع کرنے والوں کے دامن سے وابستگی حاصل کر سکیں۔

گلیم پوش، خرقہ بر دوش، پریشاں حال، پراگندہ خاطر جس کی باتیں بے ربط، عقل خبط اور بال بکھرے ہوئے ہوں جبکہ وہ متقی و پرہیزگار اور نہایت درجہ متبع قرآن و حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہو ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔ ایسا انسان دجال اور شیطان ہے۔ ع اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

ان اولیاءہٗ الا المتقون

ترجمہ متقی لوگ ہی خدا کے دوست ہیں (ان کے سوا کوئی نہیں)

خاتم المحققین علامہ شہاب الدین سید محمود الوسی رحمہ اللہ تعالےٰ روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں۔

وغالب الجھلۃ الیوم یظنون ان الولی ھو المجنون ویعبر ولناعنہ بالمجذوب صدقوا ولکن عن الھدی وکلما الطبق جنونہ وکثر ھذیانہ واستقذرت النفوس السلمۃ احوالہ کانت ولایتہ اکمل۔

آج کل جہلاء میں اس خیال کا غلبہ ہے۔ کہ ولی مجنوں کو کہتے ہیں۔ یہ سچ ہے۔ لیکن ایسا شخص ہدایت سے دور ہوتا ہے۔ اور اُن کا خیال ہے) جس وقت ایسے مجنون کا جنون کمال درجہ کو پہنچ جائے اور ہذیان بڑھ جائے اور عقل سلیم و پاک نفوس اس کے حالات کو گندہ سمجھنے لگیں۔ تو اس کی ولایت اکمل ہوتی ہے۔

ویسمون ھذا المرشد، صدقوا ولکن الی النار، والشیخ صدقوا ولکن النجدی والعارف صدقوا ولکن بباسب الضلال، والموحد صدقوا ولکن للکفر والایمان۔ (روح المعانی ص۲۰۳ پارہ ۹)

اسے وہ مرشد اور راہبر کہتے ہیں۔ یہ سچ ہے لیکن یہ شخص دوزخ کا راہ دکھلانے والا ہے اسے شیخ کہتے ہیں، یہ سچ ہے۔ لیکن نجدی اسے عارف کہتے ہیں۔ یہ سچ ہے۔ لیکن یہ ضلالت کے اسباب کا عارف ہے اسے موحد کہتے ہیں۔ یہ سچ ہے لیکن یہ شخص کفر و ایمان کو ایک جاننے والا ہے

قرآن کہتا ہے کہ ولی اللہ کے لئے فقط ایک شرط ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کامل اکمل نمونہ ہو۔

ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ولیغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم (سورہ آل عمران رکوع ۱۳)

ترجمہ:۔ اگر تم خدا سے محبت (کا دعویٰ) کرتے ہو۔ تو (خلوص حسن عقیدت اور نیک نیتی سے) میری پیروی

کرو۔ (اور میری لائی ہوئی شمع ہدیٰ کو مشعل راہ بناؤ) اس کا لازمی نتیجہ ہوگا۔ کہ خدائے قدوس تم سے محبت کرنے لگے گا۔ اور (خدا کی ظاہری و باطنی مہربانی مبذول ہوں گی کہ) خدا تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ اور بخشنے والا ہے۔

ومن یطع اللہ والرسول فاولئك مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین و حسن اولٰئك رفیقا (سورہ النساء۔ رکوع ۵)

ترجمہ:۔ جس نے (نفاق سے اپنے دل کو پاک کرتے ہوئے) خدا اور اس کے رسول کی اتباع کی۔ سو وہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر خدا تعالےٰ نے انعام کیا (وہ منعم علیہ) انبیاء، صدیقؔ، شہید اور صالح لوگ ہیں (جن پر باران رحمت خداوندی کا ایک غیر منقطع سلسلہ جاری ہے۔ اور انہیں کی رفاقت اچھی ہے

رسالہ قشیریہ میں بشر حافی رحمۃ اللہ تعالےٰ کا خواب منقول ہے۔ جو بالفاظہ نظر سے گزارا جاتا ہے۔

قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال لی یا بشر اتدری لم رفعك اللہ من بین اقرانك قلت لا یا رسول اللہ قال باتباعك سنتی وخدمتك للصالحین و نصیحتك لاخوانك ومحبتك لاصحابی واھل بیتی ھوالذی بلغك منازل الابرار (رسالہ قشیریہ)

حضرت بشر حافی فرماتے ہیں۔ کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی آپؐ نے فرمایا بشر! تجھے پتہ ہے کہ خدا نے تیرے ساتھیوں میں سے تجھے بلند مرتبہ کیوں عنایت فرمایا ہے میں نے عرض کی "نہیں" فرمایا تیرے میری اتباع کرنے اور صلحاء کی خدمت میں رہنے اور اپنے بھائیوں کی خیر خواہی اور میری اصحاب و اہل بیت کی محبت کے سبب" یہی چیز ہے جس نے تجھے ابرار کے مقام پر فائز کیا ۱۲

حضرت خواجہ معصوم علیہ الرحمۃ اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں۔

وکسیکہ بر مسند شیخ گرفتہ است وعمل او نہ بر وفق سنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم است بحلیہ شریعت محلی نیست زنہار ازیں دور باشی بلکہ در شہر کہ اوست مباشی۔

اور کوئی شخص جو مسند شیخوخت پر متمکن ہے لیکن اس کا عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق اور زیور شریعت سے آراستہ و پیراستہ نہیں تجھ پر لازم ہے۔ کہ ایسے شخص سے دور رہ بلکہ جس شہر میں وہ ہے اس میں بھی مت رہو۔

الم تر الی الذین یزعمون انھم امنوا بما انزل الیك وما انزل من قبلك یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ سورہ نساء رکوع ۵

ترجمہ:۔ کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جو (اپنے) دعاوی (باطلہ سے اپنے کو) قرآن اور اس سے پہلی کتب پر ایمان لانے والا ثابت کرتے ہیں (حق و صداقت کی تلاش کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن ان کا عمل یہ ہے کہ) اپنے قضیہ کو شیطان کے پاس لیجانا چاہتے ہیں (یہی ان کے اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہونے کی دلیل ہے) کیوں کہ انہیں شیطان کی باتیں نہ ماننے کا حکم ہے۔

کرامات اولیاء شرعی نکتہ نگاہ سے

علماء اہل السنۃ والجماعۃ بالاتفاق کرامات اولیاء کے قائل ہیں۔ لیکن اسؔ بھی جمیع صلحاء اور علماء امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات کا اتفاق ہے۔ کہ کرامات اور خوارق عادات شرط یا رکن ولایت نہیں اور نہ ہی یہ علامت کمال ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالےٰ مکتوبات ج ۱ صفحہ ۱۲۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔ "ظہور خوارق از ارکان ولایت است نہ از شرائط آن"۔ نیز اپنے مکتوبات میں ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔" وبدانند کہ ظہور خوارق و کرامات شرط ولایت نیست"

محض خوارقِ عادات کا ظہور عرفان، صداقت، یقین و ایمان، عزم و توکل، روحانیت و للہیت، تہذیب و تزکیہ نفس، سلوک راہ نبوت اور عشق الٰہی میں پختگی کی دلیل نہیں

ارباب معقول میں سے شیخ الرئیس بوعلی سینا نے اپنی کتاب "اشارات" کے "باب مقامات العارفین" میں خوارق عادات کے ظہور کو اسباب طبیعی کے ماتحت قرار دیا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

الذی استقر عند العامۃ ان خرق العادۃ یدل علی من وقع لہ ذلك من انہ اولیاء اللہ وھو غلط ممن یقولہ فان الخارق قد یظھر علی ید المبطل من ساحر وکاھن وراھب فیحتاج من یستدل بذلك علی ولایت الاولیاء الی فارق واولی اذکرہ "ان یختبر حال من وقع لہ ذلك فان کان متمسکا بالاوامر الشرعیہ والنواھی کان ذلك علامۃ ولایتہ والا فلا (فتح الباری)

عوام کا یہ خیال کہ جس شخص سے خرق عادت امر صادر ہو اس کے ولی اللہ ہونے پر دال ہے، یہ جس نے کہا ہے صراحۃ غلطی کی ہے۔ اس لئے کہ خارق امور کبھی باطل پرست مثلاً ساحر، کاہن اور راہب سے بھی صادر ہوتے تو اس وقت مذکورہ قول کرنے والا ولایت اولیاء کی پہچان کے لئے کسی خارق کی طرف محتاج ہوگا۔ اور اولی بات میں تبلاتا ہوں" کہ اگر ایسا انسان اوامر شرعیہ پر پابندی اور نواہی سے پرہیز کرنے والا ہو تو یہ اس کے ولی اللہ ہونے کی علامت ہے ورنہ خوارق عادات کا صدور نہ اس سے علی سبیل الاستدراج ہے۔

بعض وہ حضرات جو تصوف کو غیر ضروری یا برا جانتے ہیں۔ ان کی خدمت میں بندہ عرض کرے گا۔ کہ وہ ایک بار حسن عقیدت کیساتھ اس حلقہ میں شامل ہوکر دیکھیں

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو عقیدت ہو تو دیکھ انکو
ید بیضا لئے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے فضائل

(از جناب کمال الدین صاحب مدرس لاہور کارپوریشن)

۱۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

(سورہ بقرہ ع ۳۶ پارہ ۳)

میں ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کے راستے میں (یعنی خیر کے کاموں میں) اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک دانہ ہو جس میں سات بالیں اُگی ہوں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ (تو ایک دانہ سے سات سو دانے مل گئے) اور اللہ جل شانہٗ جس کو چاہے زیادہ عطا فرما دیتے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ بڑی وسعت والے ہیں۔ (ان کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں) اور جاننے والے ہیں۔ (کہ خرچ کرنے والے کی نیّت کا حال بھی ان کو خوب معلوم ہے)

۲۔ بقرہ ع ۳۶ میں ارشاد ہے۔ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر نہ تو (جس کو دیا اس پر) احسان جتاتے ہیں۔ (اور نہ کسی اور طرح) اس کو اذیت پہنچاتے ہیں۔ تو ان کے لئے ان کے رب کے پاس اس کا ثواب ہے اور (قیامت کے دن) اُن کو نہ تو کسی قسم کا خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہونگے۔

یہ آیت شریفہ پہلی آیت کے بعد ہی ہے۔ اور اس رکوع میں سارا ہی مضمون اسی کے متعلق ہے۔ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب اور احسان جتا کر اس کو برباد کرنے پر تنبیہ ہے اور کسی اور طرح سے اذیت پہنچانے کا یہ مطلب ہے کہ اپنے اس احسان کی وجہ سے اس کے ساتھ حقارت کا برتاؤ کرے۔ اس کو ذلیل سمجھے۔

امام غزالیؒ نے صدقہ کے آداب میں لکھا ہے کہ اس کو منّ اور اذیٰ سے برباد نہ کرے۔ منّ اور اذیٰ کی تفسیر میں علماء کے چند قول ہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ منّ یہ ہے کہ خود اس سے اس کا تذکرہ کرے۔ اور اذیٰ یہ ہے کہ اس کا دوسروں سے اظہار کرے۔ بعض نے فرمایا ہے۔ کہ منّ یہ ہے کہ اس عطا کے بدلہ میں اس سے کوئی بیگار لے اور اذیٰ یہ ہے کہ اس کو فقیری کا طعنہ دے۔ بعض نے فرمایا ہے کہ منّ یہ ہے کہ اس عطا کی وجہ سے اپنی بڑائی اس پر ظاہر کرے اور اذیٰ یہ ہے کہ اس کو سوال کی وجہ سے جھڑکے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ اصل منّ یہ ہے کہ اپنے دل میں اپنا اس پر احسان سمجھے اس کی وجہ سے پھر امور بالا ظاہر ہوتے ہیں۔ حالانکہ اُس فقیر کا اپنے اُوپر احسان سمجھنا چاہئے۔ کہ اُس نے خدا کا حق اس سے قبول کر کے اس کو بری الذمہ بنا دیا ہے۔ اور اس کے مال کی پاکی کا سبب بنا۔ اور جہنّم کے عذاب سے جو زکوٰۃ کے روکنے کی وجہ سے ہوتا نجات دلائی

۳۔ (بقرہ ع ۳۷) میں ارشاد ہے۔ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○

اگر صدقات کو تم ظاہر کر کے دو تب بھی اچھا ہے اور اگر تم ان کو چھپکے سے فقیروں کو دے دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اور حق تعالےٰ شانہٗ تمہارے کچھ گناہ معاف کر دینگے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے

(دوسری آیت میں ارشاد ہے)

۴۔ (بقرہ ع ۳۸) اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

جو لوگ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں رات دن پوشیدہ اور کھلم کھلا ان کے لئے ان کے رب کے پاس اس کا ثواب ہے۔ اور قیامت کے دن نہ اُن کو کوئی خوف ہوگا نہ وہ مغموم ہوں گے۔

ان دونوں آیتوں میں صدقہ کو چھپا کر دینا اور کھلم کھلا ظاہر کر کے دینا دونوں طریقوں کی تعریف کی گئی ہے۔ اور بہت سی احادیث اور قرآن پاک کی آیات میں ریا کی یعنی دکھلاوے کے لئے کام کرنے کی بُرائی اور اس کو شرک بتایا ہے اور ثواب کو ضائع کر دینے والا بلکہ گناہ کو لازم کر دینے والا بتایا ہے۔ اس لئے پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ دکھلاوا اور چیز ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ جو کام کھلم کھلا کیا جائے وہ ریا ہی ہو بلکہ ریا یہ ہے کہ اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے واسطے اپنی شہرت اور واہ وا کے واسطے اپنا کمال ظاہر کرنے اور عزّت حاصل کرنے کے واسطے کوئی کام کیا جائے۔ تو وہ ریا ہے۔ اور جو اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا جائے اور اللہ کی خوشنودی کسی مصلحت سے اعلان ہی میں ہو تو وہ ریا نہیں۔ اس کے بعد ہر عمل بالخصوص صدقہ میں افضل یہی ہے۔ کہ وہ اخفاء کے ساتھ کیا جائے کہ اس میں ریا کا احتمال بھی نہیں رہتا اور صدقہ لینے والے کی اذیت اور ذلت سے بھی امن رہتا ہے اور یہ بھی مصلحت ہے۔ کہ اس وقت اگرچہ ریا نہ ہو لیکن جب لوگوں میں سخی مشہور ہونے لگے تو عُجب اور خود بینی پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ پہلے بزرگ اخفاء میں اتنی کوشش کرتے تھے۔ کہ وہ یہ بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ فقیر کو اس کا علم ہو کہ کس نے دیا۔ اس لئے بعض تو نابینا فقیروں کو چھانٹ کر دیتے تھے۔ اور بعض سوتے ہوئے کی جیب میں ڈال دیتے تھے اور بعض کسی دوسرے کے ذریعے سے دیتے کہ فقیر کو پتہ نہ چلے اور اُس کو حیا نہ آئے۔

بہرحال اگر شہرت اور ریا مقصود ہے تو نیکی برباد گناہ لازم ہے۔ امام غزالی نے لکھا ہے کہ جہاں شہرت مقصود ہوگی وہ عمل بیکار ہو جائے گا۔ اس لئے کہ زکوٰۃ کا وجوب مال کی محبّت کو زائل کرنے کے واسطے ہے۔ اور جب جاہ کا مرض لوگوں میں حُبّ مال سے بھی زیادہ ہوتا ہے اور آخرت میں دونوں ہی ہلاک کرنے والی چیزیں ہیں۔ حضرت ابراہیمؒ بن ادہم فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی شہرت کو پسند کرتا ہو اس نے اللہ تعالےٰ سے سچائی کا معاملہ نہیں کیا۔ ایوب سختیانیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص

سچائی کا معاملہ کرتا ہے اس کو یہ پسند ہوا کرتا ہے - کہ کوئی اس کا گھر بھی نہ جانے کہ کہاں ہے - حضرت عمرؓ ایک مرتبہ مسجدِ نبویؐ میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت معاذؓ حضورؐ کی قبر شریف کے پاس بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں - حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ کیوں رو رہے ہو - حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سُنا تھا کہ ریا کا تھوڑا سا حصّہ بھی شرک ہے اور حق تعالےٰ ایسے متقی لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو حدودِ الٰہیہ میں رہتے ہوں کہ اگر کہیں چلے جائیں تو کوئی تلاش نہ کرے اور مجمع میں آئیں تو کوئی اُن کو پہچانے بھی نہیں - اُن کے دل ہدایت کے چراغ ہوں - اور ہر گرد آلود تاریک مقام سے خلاصی پانے والے ہوں - غرض ریا کی مذمت بہت سی آیات اور احادیث میں وارد ہوئی ہے - لیکن ان سب کے باوجود کبھی اعلان میں دینی مصلحت ہوتی ہے - مثلاً دوسروں کو ترغیب دلانے کے لئے ضرورت کے موقع پر ایک آدھ آدمی کے صدقہ سے اہم دینی ضرورتیں پُوری نہیں ہوسکتیں ایسے وقت میں صدقہ کا اظہار دوسروں کی ترغیب کا سبب بن کر ضرورت کے پُورا ہونے کا سبب بن جاتا ہے - اسی لئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قرآن پاک کو آواز سے پڑھنے والا ایسا ہے جیسا اعلان کے ساتھ صدقہ کرنے والا اور قرآن کو آہستہ پڑھنے والا ایسا ہے جیسا کہ چپکے سے صدقہ کرنے والا - مقتضائے وقت کے مناسب قرآن پاک کا بھی کبھی آواز سے پڑھنا افضل ہوتا ہے اور کبھی آہستہ پہلی آیت شریفہ کے متعلق بہت سے علماء سے نقل کیا گیا ہے - کہ اس میں صدقہ فرض یعنی زکوٰۃ اور صدقہ نفل دونوں کا بیان ہے -

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں - کہ علامہ طبری وغیرہ نے اس پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ صدقہ فرض میں اعلان افضل ہے - اور صدقہ نفل میں اخفاء افضل ہے - زین بن المنیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں - کہ یہ حالات کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے - مثلاً اگر حاکم ظالم ہو اور زکوٰۃ کا مال مخفی ہو تو زکوٰۃ کا اخفاء اولیٰ ہوگا اور اگر کوئی شخص مقتدا ہے اس کے فعل کا لوگ اتباع کریں گے - تو صدقہ نفل کا بھی اعلان اولیٰ ہوگا -

حضرت ابن عمرؓ کے واسطے سے حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ نیک عمل کا چپکے سے کرنا اعلان سے افضل ہے - مگر اُس شخص کے لئے جو اتباع کا ارادہ کرے - حضرت ابو امامہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ کونسا صدقہ افضل ہے - حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ کسی فقیر کو چپکے سے کچھ دے دینا - اور نادار کی کوشش افضل ہے اور اصل یہی ہے کہ نفلی صدقہ کا مخفی طور سے ادا کرنا افضل ہے - البتہ اگر کوئی دینی مصلحت اعلان میں ہو تو اعلان بھی افضل ہو جاتا ہے - لیکن اس بات میں اپنے نفس اور شیطان سے بے فکر نہ رہے - کہ وہ صدقہ کو برباد کرنے کے لئے دل کو یہ سمجھائے کہ اعلان میں مصلحت ہے - بلکہ بہت غور سے اس کو جانچ لے - کہ اعلان میں واقعی دینی مصلحت ہے یا نہیں اور صدقہ کرنے کے بعد بھی اس کا تذکرہ نہ کرتا پھرے کہ یہ بھی علانیہ صدقہ میں داخل ہو جاتا ہے -

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالےٰ اُس دن اپنے سایہ میں رکھیں گے جس دن اللہ (کی رحمت) کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا - (یعنی قیامت کے دن) ایک عادل بادشاہ (حاکم) دوسرے وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں نشو و نما پاتا ہے - تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو - چوتھے وہ دو شخص جن میں صرف اللہ کی وجہ سے محبّت ہو - کوئی دنیاوی غرض ایک کی دوسرے سے وابستہ نہ ہو - اسی پر ان کا اجتماع ہو اور اسی پر علیحدگی - پانچویں وہ شخص جس کو کوئی حسب نسب والی خوبصورت عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہدے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں - (اسی طرح کوئی مرد کسی عورت کو متوجہ کرے اور وہ عورت یہی کہہ دے) چھٹے وہ شخص جو اتنا چھپا کر صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا - ساتویں وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرکے رو پڑے - اس حدیث میں سات آدمی ذکر فرمائے ہیں - دوسری احادیث میں ان کے علاوہ اور بھی بعض لوگوں کے متعلق یہ وارد ہُوا ہے - کہ وہ اس سخت دن میں عرش کے سایہ کے نیچے ہوں گے - علماء نے ان کی تعداد بیاسی تک گنوائی ہے - بہت سی احادیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے - کہ مخفی صدقہ اللہ کے غصّے کو زائل کر دیتا ہے - حضرت سالم کہتے ہیں - کہ ایک عورت اپنے بچّے کے ساتھ جا رہی تھی کہ راستے میں بھیڑیے نے اس کے بچّے کو اُچک لیا - یہ عورت بھیڑیے کے پیچھے دوڑی اتنے میں ایک سائل راستہ میں ملا - اُس نے سوال کیا - عورت کے پاس ایک روٹی تھی - وہ سائل کو دے دی - وہ بھیڑیا واپس آیا - اور اس کے بچّے کو چھوڑ کر چلا گیا - قربان جائیے اُس ذاتِ پاک کے کہ ایک روٹی کے عوض اُس عورت کے بچّے کی کیسے جان بچائی - کہ بھیڑیا اپنے آپ بچّہ کو چھوڑ گیا

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں - کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے خطبہ پڑھا جس میں ارشاد فرمایا - اے لوگو مرنے سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرلو - اور نیک عمل کرنے میں جلدی کیا کرو ایسا نہ ہو کہ کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جائے اور وہ رہ جائے - اور اللہ کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑ لو - کثرت کے ساتھ اس کا ذکر کرکے اور مخفی اور علانیہ صدقہ کرکے کہ اس سے تمہیں رزق دیا جائیگا - تمہاری مدد کی جائے اور تمہاری شکستگی کی اصلاح کی جائے گی -

(باقی باقی)

حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

(از جناب مولانا احمد صاحب ایم اے فاضل دیوبند)

(گزشتہ سے پیوستہ)

چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی عزّت کرتے تھے۔ غریبوں اور مسکینوں سے بے تکلفی۔ محبّت اور تواضع سے پیش آتے تھے۔ مگر کسی حاکم یا خلیفہ کے دربار میں نہیں جاتے تھے۔ مریض کی عیادت کرتے تھے۔ اور ہر ایک کے درد و غم میں شریک ہوتے تھے۔

آپ عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں تبلیغ کرتے تھے۔ اس لئے ذوالبیانین واللسانین اور امام الفریقین کہلاتے تھے۔ آپ کے فارسی خطوط کا انداز یہ ہے:-

اے عزیز جب " یہدی[51] اللہ بنورہ من یشاء " کے فیض کے بادل سے رویتِ الٰہی کی بجلیاں کوندنے لگیں اور " یختص[52] برحمتہ من یشا۔" کی عنایت کی فضا میں وصل کی ہوائیں چلنے لگیں اور قلوب کے باغوں میں انس کی کلیاں کھلنے لگیں اور ارواح کے چمن میں شوق کے بلبل ہزار داستان " یا اسفٰی[53] علیٰ یوسف " کے نغمے گانے لگیں اور اسرار کے آتشدانوں میں اشتیاق کے شعلے بھڑکنے لگیں اور عظمت کی فضا میں افکار کے پرندے کثرت پرواز سے بے پر ہو جائیں اور معرفت کے میدان میں عقل کے پہلوان راستہ بھول جائیں اور فہم کی بنیادیں ہیبت سے متزلزل ہو جائیں اور " ما قدروا[54] اللہ حق قدرہ " کے سمندروں میں " وہی[55] تجری بہم فی موج کالجبال " کے تھپیڑوں سے عزیمتوں کی کشتیاں حیرت کے منجدھار میں پھنس جائیں اور " یحبہم[56] و یحبونہ " کے دریائے عشق کی موجوں میں تلاطم برپا ہو جائے اور ہر شخص زبانِ حال سے " رب[57] انزلنی منزلا مبارکا و انت خیر المنزلین " پکارے اور " ان الذین[58] سبقت لہم منا الحسنیٰ " کے فضل کا مستحق ہو کر جودی کے کنارے " مقعد[59] صدق " میں نازل ہو اور بادہ الست کے مستوں کی مجلس میں پہنچے اور " للذین[60] احسنوا الحسنیٰ و زیادہ " کے خوانِ نعمت پر بیٹھے۔ اور " بایدی سفرۃ " اور " وسقٰہم[61] ربہم شرابا طہورا " کے پیالوں کا دور ہو۔ تو " و اذا[62] رأیت ثم رأیت نعیما و ملکا کبیرا " کی ابدی دولت و بادشاہی حاصل ہو۔

اے عزیز " فاعتبروا[63] یا اولی الابصار " کے بھید سے واقف ہونے کے لئے قلبِ سلیم چاہیئے۔ اور " سنریہم[64] آیاتنا فی الآفاق و فی انفسہم " کی باریکیاں سمجھنے کے لئے عقل کامل کی ضرورت ہے۔ اور دل کی آنکھ سے " و ان[65] من شیئ الا یسبح بحمدہ و لکن لا تفقہون تسبیحہم " کی حقیقت کے مشاہدہ کے لئے یقین صادق درکار ہے۔ تاکہ " و اذا[66] سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان " کے مقام پر پہنچے اور " افحسبتم[67] انما خلقناکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون " کی آواز سن کر " ذرہم[68] و یلہہم الامل فسوف یعلمون " کے خواب غفلت سے بیدار ہو اور " ومالکم[69] من دون اللہ من ولی ولا نصیر " کا مضبوط دستہ پکڑے اور " ففروا[70] الی اللہ " کی کشتی میں سوار ہو کر " وما خلقت[71] الجن والانس الا لیعبدون " کے دریائے معرفت میں دلیرانہ غوطے لگائے۔ اگر گوہرِ مقصود ہاتھ آئے۔ " فقد[72] فاز فوزاً عظیما " اور اگر طلب میں جان جاتی ہے۔ " فقد[73] وقع اجرہ علی اللہ "

آپ کے تمام مکتوبات میں قرآن کی آیات کے نکات بیان کئے گئے ہیں۔

مدت دراز تک اپنے دریائے فیض سے گلزار اسلام کی آبیاری کر کے سفرِ آخرت کی تیاری کی۔ اپنے صاحبزادہ سیّد عبدالوہابؒ کو نصیحت کی کہ " صرف خدا سے ڈرو اور اسی سے امید رکھو اور مدد مانگو۔ اس کے سوا کسی پر اعتماد نہ کرو۔ توحید پر قائم رہو۔ میں اسی خدا سے مدد مانگتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ جو زندہ ہے اور کبھی نہیں مریگا اور میں توحید و رسالت کا اقرار کرتا ہوں۔"

اتنا فرماتے ہی دارِ فنا سے عالم بقا کی راہ لی۔ آپ کی وفات ۱۱ یا ۱۳ یا ۱۷ ربیع الآخر ۵۶۱ھ کو ہوئی۔ قمری حساب سے آپ نے نوّے برس کی عمر پائی۔ آپ نے اپنی زندگی کا زیادہ حصّہ بغداد میں گزارا اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کا مقبرہ زیارت گاہ ہے۔

آپ کے وصال کو آٹھ صدیاں گزر چکی ہیں۔ لیکن آپ کے کام سے آپ کے نام کو دوام حاصل ہوگیا ہے

بمرد آخر نیکنامی برد — نہ ہے زندگانی کہ نامش نمرد

آج کل تمام ملک میں آپ کی یادگار

---

۵۱ اللہ اپنے نور سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔
۵۲ اپنی رحمت سے جسے چاہتا ہے مخصوص کرلیتا ہے۔
۵۳ ہائے افسوس یوسف پر
۵۴ انہوں نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسا کہ اس کا حق ہے۔
۵۵ اور یہ اُن کے ساتھ پہاڑ جیسی موج میں چلتی ہے۔
۵۶ وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔

۵۷ اے میرے رب مجھے ایک مبارک مقام پر نازل کر اور تو بہترین نازل کرنے والا ہے۔
۵۸ بے شک وہ لوگ جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی ہو چکی۔
۵۹ سچائی کی بیٹھک
۶۰ جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لئے بھلائی ہے اور مزید بھلائی۔
۶۱ ان کے رب نے ان کو پاک شربت پلایا۔
۶۲ جب تو دیکھے گا تو وہاں نعمت اور بڑی بادشاہی دیکھے گا۔
۶۳ اے نگاہوں والو عبرت حاصل کرو۔
۶۴ ہم ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے۔ کائنات میں اور ان کی ذاتوں میں
۶۵ ہر چیز اس کی حمد کر کے اس کی پاکی بیان کرتی ہے۔ لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔
۶۶ جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں پوچھیں تو بے شک میں قریب ہوں۔ جب پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔

۶۷ کیا تم نے یہ گمان کیا کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا اور یہ کہ تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے۔
۶۸ امید ان کو غافل کرتی ہے پس وہ جان لینگے۔
۶۹ اللہ کے سوا تمہارے لئے نہ کوئی دوست ہے نہ مددگار۔
۷۰ پس اللہ کی طرف دوڑو۔
۷۱ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری اطاعت کریں۔
۷۲ پس اس کو بڑی کامیابی ہوئی۔
۷۳ پس اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہوگیا ہے۔

منائی جا رہی ہے۔ لیکن بہت کم لوگ اس کی حقیقت پر غور کرتے ہیں۔ کیا آپ کے دینی علمی اور روحانی کارنامے بیان کرتے اور سننے ہی سے ہر قسم کی برکت حاصل ہو جاتی ہے۔ کیا آپ کو کچھ کئے بغیر اتنا بڑا درجہ مل گیا تھا۔ اسلام عمل کا پیغام ہے۔ لیس للانسان الا ما سعیٰ (انسان کو اس کی محنت ہی کا پھل ملتا ہے۔) من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ جو ذرہ بھر بھی نیکی کرے گا اس کا اجر پائے گا۔ اور جو ذرہ بھر بھی بدی کرے گا اس کا خمیازہ بھگتے گا۔ بزرگی کا مدار تقوےٰ پر ہے۔ اور ذٰلک الکتاب لا ریب فیہ ہدی للمتقین (اس کتاب میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ متقیوں کے لئے ہدایت ہے) کے بموجب تقویٰ قرآن کی تعلیم کی تعمیل پر موقوف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی آخری وصیّت بھی یہی تھی۔ قرآن کو اپنا امام بناؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے خود اس وصیّت پر عمل کیا۔ ان اتبع الّا ما یوحیٰ الی (مجھ پر جو وحی نازل ہوتی ہے میں اسی کی اتباع کرتا ہوں) ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو۔ اس طرح تم اللہ کے محبوب بن جاؤگے)

چنانچہ اسی نسخۂ کیمیا کو استعمال کر کے سیّد عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے محبوب یا ولی بن گئے اور لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (تمہارے لئے اللہ کا رسول ایک اچھا نمونہ ہے) کے مطابق اس ولایت کا دروازہ سب کے لئے کھلا ہوا ہے۔ لہٰذا حضرت سید عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے نقشِ قدم پر چل کر اللہ اور رسول ؐ کی اطاعت کیجئے۔ اپنی پوری زندگی اسلام کے سانچے میں ڈھالئے۔ اپنی جان و مال کو اللہ کی امانت سمجھ کر اس کے دین کی خدمت میں لگائیے۔ اور اپنے ہر عمل سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی نمائندگی کیجئے۔ حضرت سیّد عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک آپ سے یہی مطالبہ کرتی ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ علیٰ خیر خلقہٖ و علیٰ آلہ و اصحابہ الطاہرین۔

بقیہ شادی کمیشن کی تباہ کاریاں صفحہ ۱ سے آگے

ہے مجہول راویوں سے ہے۔ صحیح وہ روایت ہے جس کو ہم نے پہلے بیان کیا کہ لفظ البتہ سے طلاق اور لفظ البتہ میں ایک اور تین کا احتمال ہے۔ شاید اس ضعیف روایت کے راوی نے یہ جانا کہ لفظ البتہ تین ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ تو اس کو (لفظ بدل کر) معنے سے روایت کر دیا جو اس نے معنے سمجھے تھے اور اس نے اس میں غلطی کی ہے۔

اور حضرت عباس ؓ کی حدیث صحیح یہ ہے۔ کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اول زمانہ میں یہ تھا کہ جب کوئی تجھ کو طلاق تجھ طلاق کہتا اور تاکید یا تجدید کی نیّت نہ کرتا تو ایک طلاق واقع ہونے کا حکم اس لئے کیا جاتا تھا کہ لوگ اس سے نئی طلاق کا ارادہ نہیں کرتے تھے۔ تو ان لفظوں کو اسی پر محمول کیا گیا جو کثرت سے تھا یعنی تاکید کی نیت پھر جب حضرت عمر ؓ کا زمانہ آیا اور لوگوں نے اس لفظ کا استعمال کثرت سے کیا اور اور نئی طلاق کی نیت کثرت سے ہونے لگی تو جب کوئی قرینہ نہ ہو تین طلاق پر محمول کیا جانے لگا کہ اس زمانہ میں ان لفظوں سے یہی زیادہ مفہوم ہوتا تھا۔"

شیخ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں۔ "صحابہ میں سے کسی سے یہ نقل نہیں، کہ انہوں نے حضرت عمر کا خلاف کیا ہو جبکہ انہوں نے تین طلاق کو جاری کیا۔ اجماع ہونے کے لئے یہی کافی ہے۔"

علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ اسلاف کا قول ہے کہ جو اس میں خلاف کرتا ہے وہ شاذ ہے اہل السنت کا مخالف ہے۔ اس کو تو اہلِ بدعت نے اختیار کیا ہے۔ اور ایسے لوگوں نے کہ سواد اعظم سے الگ ہونے کی وجہ سے اُن کی طرف التفات بھی نہیں کیا جاتا یہ دونوں عبارتیں ہدایہ کے حاشیہ میں بھی درج ہیں۔

ان سب حوالوں سے غالباً آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ایک ضعیف روایت سے اور اس میں کے راوی کے لفظ بدل کر مفہوم روایت کرنے میں غلطی کرنے سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہے اور یہ قول ایسے لوگوں کا ہے جو اہل السنت نہیں قابلِ اعتبار نہیں جماعت حقہ سے الگ ہیں اہل بدعت ہیں یا فرقہ امامیہ شیعہ کے لوگ ہیں ورنہ تمام اُمّت کا اجماع ہے اور حدیث و قرآن سے ثابت ہے کہ تین طلاقیں بیک وقت ہوں گی تو وہ تین ہی ہوں گی۔ پھر عورت قطعاً حرام ہو جائے گی۔ اور بغیر حلالہ کے پہلے شوہر کو اس سے نکاح کرنا حلال نہیں ہوگا۔ اگر نکاح کر لیگا تو عمر بھر حرام کاری میں مبتلا ہوگا۔

اب آپ ذرا غور فرمائیں کہ شادی کمیشن مسلمانوں کو کیسی غلط بات منوا کر گمراہی اور ساری عمر کی بدکاری میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔

۳۔ فرض کر لیجئے کہ کمیشن کے بعض اعضاء ایسے ہونگے جو خود اس غلطی کا شکار ہونگے یا کسی ایسی غلطی کرنے والے کی تقلید کا جوا گردن پر رکھتے ہونگے یا فرقہ امامیہ یا اور کسی ایسے بدعتی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں گے اور ان کا مذہب اس غلط فہمی پر ہی مبنی ہوگا تو وہ خود اس کے ذمہ دار ہونگے۔ مگر ہمارے ملک پاکستان کے باشندے اکثریت کے ساتھ حنفی ہیں کچھ شافعی مالکی حنبلی بھی ہیں اور ان کے نزدیک وہی مسئلہ درست ہے جو ساری اُمّت کے نزدیک ہے اجماعی ہے کہ تین طلاق بہر صورت تین ہی ہونگی خواہ ایک مجلس میں ہوں یا الگ الگ ایک لفظ سے ہوں یا تین لفظ سے تو حکومت کو یا پھر کمیشن کو دوسروں کے مذہب میں مداخلت کا حق کب ہے۔ یہ لوگ اگر ایسا کرینگے تو عمر بھر بدکاری میں مبتلا ہونگے۔ کسی کمیشن کو زبردستی بدکاری کے قوانین بنا کر کسی کے سر پر مسلط کرنے کا حق کیسے ہو سکتا ہے اور کون مسلمان اس کو برداشت کر سکتا ہے۔

۴۔ چونکہ اس کمیشن کے ارکان میں دینی اعتبار سے سوائے ایک شخص کے اور کوئی قابلِ اعتبار جاننے والا آدمی ہی نہیں تھا اس لئے ان کو اس غلطی اور غلط فہمی سے تو کوئی تعلق ہی نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس دفعہ کا منشا اس کی روک تھام ہے کہ لوگ بار بار طلاق نہ دیا کریں مگر بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کمیشن کے ایسے ذی ہوش ارکان ایسی فاش غلطی میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ کہ جس کو تریاق سمجھے بیٹھے ہیں در اصل زہر وہی ہے۔ اور جس کو زہر سمجھے ہیں تریاق وہ ہے۔ جب لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ اب تین طلاق کا درجہ بھی ایک ہی کی برابر ہے تو جس طرح ایک کے کہنے میں زبان نہیں لڑکھڑاتی اسی طرح تین میں بھی نہیں لڑکھڑائے گی۔ اور یہ تو خیال کیجئے کہ آخر انسان ایک کیوں نہیں کہتا دو کیوں نہیں کہتا تھا اسی لئے کہ

(باقی صفحہ ۸ پر)

بچوں کا صفحہ

(ازجناب عبدالحی صاحب فاروقی لکھنوی)

ظلم کا بدلہ

حضرت موسےٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کوئی اللہ کا بندہ تھا جو روزانہ جال لگاکر مچھلیاں پکڑا کرتا اور بازار میں لاکر اسے فروخت کرکے اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالا کرتا تھا۔ روزانہ یہی اس کا مشغلہ اور پیشہ تھا اس کے علاوہ نہ اور کوئی اس کی آمدنی تھی اور نہ کوئی دوسرا کاروبار جانتا تھا۔

ایک دن اتفاق سے اس کے جال میں ایک بڑی مچھلی آکر پھنس گئی۔ مچھیرا بہت خوش ہُوا کہ آج اس کے بچوں کے پیٹ بھرنے کے لئے زیادہ پیسے مل جائینگے۔ وہ مچھلی کو لے کر جوں ہی بازار آیا۔ منڈی کے ٹھیکیدار نے دو چار ڈنڈے مار کر زبردستی اس سے یہ مچھلی چھین لی۔ وہ خون میں نہایا بد دُعائیں دیتا ہوا خالی ہاتھ اپنے گھر واپس آگیا۔ اور رات بھر وہ اور اس کے بچے یوں ہی فاقہ سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ٹھیکیدار کو کوسا کئے۔

ٹھیکیدار نے گھر پہنچ کر مچھلی بھنواکر جونہی ہاتھ کھانے کے لئے بڑھایا اچانک مچھلی کے مُنہ کا کانٹا اس کی اُنگلی میں گڑ گیا۔ وہ فوراً چکرا کے گر گیا۔ اور سارا کھانا رکھا رہ گیا۔ آناً فاناً تکلیف بڑھتی جا رہی تھی۔ لہٰذا گھر والوں نے طبیب کو بُلواکر دکھایا۔ طبیب نے دیکھتے ہی فیصلہ کردیا کہ اس اُنگلی کو فوراً کٹوا دو۔ اس کے کانٹے میں زہر تھا۔ اور اگر عجلت سے کام نہ لیا گیا تو دوسری اُنگلیوں پر بھی اس کے اثرات پھیل جانے کا اندیشہ ہے۔ بہرحال اسی وقت یہ اُنگلی کاٹ دی گئی۔ مگر تکلیف نہ کم ہونا تھی نہ کم ہُوئی۔ فوراً دُوسرا طبیب بُلواکر لایا گیا اس نے بھی وہی بات بتلائی اور کہا کہ اب ہاتھ کے پورے پنجہ میں اس کا زہر اپنا اثر کرچکا ہے اگر یہ ابھی نہ کاٹ دیا گیا تو پورے ہاتھ کے مر جانے کا احتمال ہے۔ چنانچہ اسی وقت کلائی سے ہاتھ قلم کر دیا گیا۔

مگر تکلیف کا اب بھی وہی حال تھا۔ ایک چیخ زمین اور ایک چیخ آسمان، پورا دن اسی عالم میں گذر گیا۔ تیسرے دن پھر کوئی اور طبیب بُلوایا گیا۔ تجویز سب کی ایک ہی تھی۔ یعنی یہ کہ اس مچھلی کے کانٹے میں زہر تھا۔ جو بہت تیزی کے ساتھ پھیلتا جا رہا ہے۔ غرضیکہ اسی طرح پورا ایک ہاتھ شانے سے اُڑا دیا گیا۔ اور طبیبوں کی رائے میں زہر اب تک بڑھتا ہی جا رہا تھا، اسی اثنا میں کسی وقت اس کی آنکھ جھپک گئی تو معلوم ہُوا کہ جیسے کوئی اسے سُنا کر کہہ رہا ہے۔ "ارے ظالم! یہ اپنا جسم تو کب تک کٹواتا رہیگا۔ اس مظلوم مچھلی والے کے پاس جا۔ اور اس کو راضی کر۔" بس یہ سُنتے ہی اس کی آنکھ فوراً کھُل گئی۔ اور درد و ٹیس کا حال بدستور بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ صبح ہوتے ہی اسی عالم میں گلی گلی پھر کر اس مچھلی والے کو تلاش کیا۔ یہاں تک کہ وہ ایک جگہ بیٹھا ہُوا مل بھی گیا۔ دیکھتے ہی اس کے پیروں پر گر گیا۔ اور معافی مانگتے ہوئے بہت کچھ مال و دولت اس کی نذر کیا اور جیسے ہی اس نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا بدن کی ساری تکلیفیں کافور ہوگئیں۔ کئی دن کے بعد اب جاکر اسے چین آیا تھا۔ وہیں اُسے نیند آگئی اور لیٹ کے سو گیا۔ اُٹھا تو دیکھا کہ خدا نے کٹے ہوئے اعضا بھی دوبارہ اسے عطا کر دیئے ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے یہ پُورا واقعہ حضرت موسےٰؑ کو سُناتے ہُوئے قسم کھا کر بتایا کہ اگر وہ مظلوم مچھلی والا اس سے راضی نہ ہو جاتا تو وہ ہمارے اس عذاب سے چاہے مر ہی کیوں نہ جاتا نجات نہیں پا سکتا تھا دیکھو بچّو! تم نے کہ اس ٹھیکیدار کو اللہ تعالےٰ نے کیسا ظلم کا بدلہ دیا۔ اس لئے اب ہمیں یہ عہد کرنا چاہیئے کہ آئندہ ہم کسی پر ظلم نہ کرینگے اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہیں گے۔

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں
ناؤ کاغذ کی سدا چلتی نہیں

الجمعیۃ دہلی

عزیز بچو! یہ تو ایک کہانی تھی جو تم نے پڑھ لی۔ اس میں ہمارے اور تمہارے لئے سبق یہ ہے کہ ظالم کو ظلم کی سزا ضرور ملتی ہے اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین یا الہ العالمین۔ اب ہم ظلم کے متعلق تم سے کچھ اور باتیں کہنا چاہتے ہیں ظلم عدل (انصاف) کی ضد ہے۔ عدل کے معنی ہے کسی چیز کا موقعہ محل پر خرچ کرنا اس کا بیجا خرچ ظلم ہے۔ ظلم کے بے شمار درجے ہیں جتنا کسی کا احسان ہوگا۔ اُس کی احسان فراموشی اتنا ہی بڑا ظلم ہوگا۔ اللہ تعالےٰ چونکہ انسان کا سب سے بڑا محسن ہے۔ وہ انسان کو بے شمار نعمتیں دیتا ہے۔ اس کی دی ہوئی نعمتیں بیش بہا بھی ہیں اور بے بہا بھی۔ وہ یہ سب نعمتیں مفت دیتا ہے۔ اگر اس کے ہاں سے کوئی نعمت نہ ملے یا وہ دے کر چھین لے تو دنیا بھر کے خزانے خرچ کرنے کے بعد بھی وہ نعمت نہیں مل سکتی۔ ایک دانت ہی کو لے لیجیئے۔ اگر کسی کا دانت ٹوٹ جائے یا بیماری کی وجہ سے وہ خود اس کو نکلوا دے تو ایسا دانت پھر کہیں سے نہ مل سکے گا۔ آج کل مصنوعی دانت لگائے جاتے ہیں۔ مگر وہ قدرتی دانتوں کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (بیشک شرک البتہ بڑا ظلم ہے) اللہ تعالےٰ کے بعد موجودہ زمانہ میں انسانیت کے سب سے بڑے محسن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور ان کے اتباع کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ قل اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ (ترجمہ ان سے فرما دیجیئے اگر تم اللہ تعالےٰ سے محبت (کا دعوےٰ) کرتے ہو تو میرا اتباع کرو (پھر) اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیگا) — ان دونوں کے بعد انسان کے روحانی محسن علمائے کرام اور صوفیائے عظام۔ اور جسمانی محسن والدین ہیں۔ روحانی محسن حضور کے مسند نشین ہیں۔ ان کے متعلق حضور ؐ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان فرماتے ہیں۔ مَنْ عَادَ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ (ترجمہ۔ جس نے میرے دوست کو ستایا۔ پس تحقیق اس کو میں اعلان جنگ دیتا ہوں) والدین کے متعلق حضورؐ کا ارشاد ہے۔ ھُمَا جَنَّتُکَ وَنَارُکَ (ترجمہ یہ دونوں تیری جنت اور تیری دوزخ ہیں) اگر وہ راضی رہے تو جنت اور اگر ناراض رہے تو دوزخ میں بھیجا جائیگا

اسی طرح باقی لوگوں کے حقوق انسان کے ذمہ ہیں۔ ان کو ادا کرے گا تو عادل۔ ورنہ ظالم قرار پائے گا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

ایڈیٹر
عبدالمنان چوہدری

منظور شدہ محکمہ تعلیم
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۵/ ۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
(۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C - B - T / ۲۷۲۰ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

بدل اشتراک
سالانہ لعہ/ روپے
ششماہی ۶ روپے
فی پرچہ ۴/